## معارف کا زر تعاون

ہندوستان میں سالانہ ساٹھ روپے    فی شمارہ پانچ روپے

پاکستان میں سالانہ ایک سو پچاس روپے

دیگر ممالک میں سالانہ    ہوائی ڈاک    پندرہ پونڈ    یا چوبیس ڈالر

بحری ڈاک    پانچ پونڈ یا آٹھ ڈالر

پاکستان میں ترسیل زر کا پتہ :۔ حافظ محمد یحییٰ شیرستان بلڈنگ

بالمقابل ایس ایم کالج۔ اسٹریچن روڈ۔ کراچی

- سالانہ چندہ کی رقم منی آرڈر یا بینک ڈرافٹ کے ذریعہ بھیجیں، بینک ڈرافٹ درج ذیل نام سے بنوائیں :

DARUL MUSANNEFIN SHIBLI ACADEMY AZAMGARH

- رسالہ ہر ماہ کی ۱۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے، اگر کسی مہینہ کے آخر تک رسالہ نہ پہونچے تو اس کی اطلاع اگلے ماہ کے پہلے ہفتہ کے اندر دفتر معارف میں ضرور پہونچ جانی چاہیے، اس کے بعد رسالہ بھیجنا ممکن نہ ہوگا۔
- خط و کتابت کرتے وقت رسالے کے لفافے کے اوپر درج خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔
- معارف کی ایجنسی کم از کم پانچ پرچوں کی خریداری پر دی جائے گی۔

کمیشن ۲۵٪ ہوگا ـــــ رقم پیشگی آنی چاہیے۔


جلد ۱۵۱    ماہ شعبان المعظم سنہ ۱۳۱۳ھ مطابق ماہ فروری سنہ ۱۹۹۳ء    عدد ۲


## مضامین

# شذرات

مسلمانوں کی مسجد تو شہید ہوئی ہی تھی جس کے صدمے سے وہ تڑپ رہے ہیں لیکن اب خود ان کی بھی خیر کہاں ہے۔ یہ ہندوتوا نہیں وحشت و درندگی کا طوفان ہے۔ اور رام کے بھیس میں راونوں کا لشکر مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کے لیے امنڈ پڑا ہے۔ حکومت ہی کہاں ہے۔ اور اگر ہے تو اس نے وحشیوں اور درندوں کو صلائے عام دے دی ہے کہ مسلمانوں کا خون خرابہ کریں۔ انھیں اور ان کی املاک کو پھونک دیں۔ اور ان کی عورتوں کی اجتماعی عصمت دری کریں۔ جنگل کے اس راج میں شر پسندوں اور غنڈوں کو من مانی کرنے اور مسلمانوں کو "سبق" دینے کی پوری آزادی ملی ہوئی ہے۔

---

حکومت کے اشارے یا اس کی کمزوری سے شیطانی رقص کرنے والوں کو مسلمانوں کو یہ بتا دینا چاہیے کہ اس درندگی سے نہ ان کو معدوم کیا جا سکتا ہے اور نہ نورِ خدا کو ظلم و تشدد کی آندھی سے بجھایا جا سکتا ہے ؎

باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم ۔ سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا

زور زبردستی اور ظلم و دھاندلی سے مسجد پہلے ڈھا دی گئی اور مسلمانوں کی مجبوری اور بے بسی سے فائدہ اٹھا کر وہاں مندر بھی بنایا جا سکتا ہے۔ لیکن وہ اپنی مسجد کے مطالبے سے کسی قیمت پر دستبردار نہیں ہو سکتے۔ آج حکومت کو اور ہندوستان کے لوگوں کو حق و انصاف کا پاس و لحاظ نہیں ہے۔ اور مسلمان بھی مجبور ہیں۔ لیکن آیندہ ان کی جگہ لینے والے اس طرح مجبور نہیں ہوں گے اور وہ وہیں مسجد بنائیں گے جہاں تھی۔ حکومت و اقتدار کے بل پر حق کو دبایا جا سکتا ہے، مٹایا نہیں جا سکتا۔

تعزیرِ جرمِ عشق ہے بے صرفہ محتسب ۔ بڑھتا ہے اور ذوقِ گنہ یاں سزا کے بعد

حکومت کا معیار اکہرا ہوتا اور وہ نیک نیت اور انصاف پسند ہوتی تو مسلمانوں کو ناکردہ گناہوں کی سزا کیوں ملتی اور ان کے ساتھ جارحیت اور تشدد کا مظاہرہ کرنے والوں کو کھلی چھوٹ کس طرح ملتی۔ بھارتیہ جنتا پارٹی تضاد بیانی، جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ بنانے کی بڑی ماہر ہے۔ پہلے ان کے چوٹی کے لیڈروں نے مسجد ڈھائے جانے کو غلط اقدام کہا۔ اسی بنا پر یو۔ پی کے وزیر اعلیٰ اور مسٹر اڈوانی اپنے عہدوں سے



مستعفی ہو گئے تھے۔ مگر اب حکومت کی ڈھیل سے یہی لوگ اجودھیا کے واقعہ پر فخر کرنے اور ۶ دسمبر کو قومی انقلاب کا دن کہنے لگے ہیں۔ اور وزیر اعلیٰ صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ "اس واقعہ پر نہ انھیں ملال ہے اور نہ پچھتاوا ؎ چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد ۔ یہی وزیر اعلیٰ عدالت میں کچھ اور بیان دیتے ہیں۔ کسی اور کا کیا شکوہ خود وزیر اعظم صاحب شروع میں بتکرار اپنے کو بے خطا کہنے کے علاوہ مسجد کی از سر نو تعمیر کی بات بھی کرتے تھے۔ مگر اب یہ سب بھول کر ان کو صرف اپنے اقتدار کے تحفظ کا ایک نکاتی پروگرام ہی یاد رہ گیا ہے اور فرمانے لگے ہیں کہ "مندر مسجد کا معاملہ چار سال کے لیے ملتوی کر دیا جائے"۔ ملک کی عجیب بدقسمتی ہے کہ کیسے کیسے لوگ اس پر مسلط ہو گئے ہیں۔ اور کس کس طرح کے لوگ اس پر مسلط ہونے کا خواب دیکھ رہے ہیں وہ زبانِ حال سے ضرور کہتا ہوگا ؎ ہمارے بھی ہیں مہرباں کیسے کیسے۔

---

مسلمان اچھی طرح سمجھ لیں کہ نہ انھیں کوئی سبق دے سکتا ہے اور نہ مزہ چکھا سکتا ہے۔ سبق دینے اور مزہ چکھانے والے خود اپنے کرتوتوں کی سزا پا کر رہیں گے۔ کیونکہ اس دنیا کی باگ ڈور اس خدا کے ہاتھ میں ہے جو ظلم و ناانصافی کو پسند نہیں کرتا۔ اس لیے جبر و تشدد پر آمادہ افراد ہوں یا جماعتیں اور حکومتیں ان کی بدمستی کا دور ختم ہوگا اور وہ قدرت کی گرفت سے باہر نہیں جا سکتے۔ لیکن اس کی یہ غیر مبدل سنت ہے کہ ؎ اعمال بگڑتے ہیں تو آتی ہے تباہی ۔ مسلمان خود اپنے موجودہ حالات کے ذمہ دار ہیں۔ اگر وہ اپنے اعمال و کردار درست کر لیں تو خدا کی نصرت کے سزاوار ہو سکتے ہیں۔ ایک شریف ہندو شاعر جگن ناتھ آزاد نے انھیں یہ ولولہ بخش پیام دیا ہے

قرآن کی تعلیم سے پھر درسِ بقا لے ۔ پھر روح میں پیغامِ محمدؐ کو بسا لے
گزرے ہوئے عظمت کے زمانے کو بلا لے ۔ روٹھی ہوئی ایمان کی دولت کو منا لے

ایمان کی دولت کو گنوائے ہوئے انساں
بھارت کے مسلماں

---

اللہ کے قہر و غضب کی پروا کیے بغیر جو لوگ قوت کے گھمنڈ اور حکومت کے نشے میں اس کے مقدس گھر کو برباد کرنے کیلئے اٹھ دوڑے۔ ان کے لیے اس گھر کے اصل محافظ کی تلوار ضرور بے نیام ہوگی۔ اصحاب فیل نے

بیت اللہ کی تخریب کی سازش کی تھی اور ابرہہ نے مکہ پر چڑھائی کرکے خانۂ کعبہ کو منہدم کرنے کا ارادہ کیا تھا تو اللہ نے اسے اور اس کے لشکر کو تباہ کیا اور حرم کے ساتھ گستاخی کی سزا دی۔ یہود و نصاریٰ نے ایک دوسرے کے معابد تباہ کیے اور بیت المقدس میں ذکر و عبادت سے روکنے کے لیے خوں ریز لڑائیاں کیں تو انھیں یہ وعید سنائی گئی کہ "اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ کی مساجد میں اس کا ذکر کیے جانے سے منع کرے اور ان کی ویرانی کے درپے ہو۔ مساجد کی حرمت کا اقتضا یہ ہے کہ لوگ ان میں ڈرتے ہوئے داخل ہوں اور ان کے تقدس کو پامال نہ کریں۔ ورنہ ان کے لیے دنیا میں رسوائی اور آخرت میں عذاب عظیم ہے" اسلام نے تو حالت جنگ میں بھی غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کو ڈھانے یا ان کی توہین کرنے سے روکا ہے ایسی صورت میں راون کا کردار ادا کرنے والے رام بھگت اپنے کو رسوائی سے کیسے بچا سکتے ہیں۔ ان کی رسوائی کا ڈنکا تو ساری دنیا میں بج رہا ہے۔ دوسری طرف سچے مسلمانوں کے لیے اللہ کے دریائے رحمت کے جوش و طغیانی میں کمی نہیں آئی ہے۔ ؎

ہنوز آں ابر رحمت درفشان ست     خم و خمخانہ با مہر و نشان ست

اس طرح کے حالات و مسائل سے نہ زندہ قوموں کا شیرازۂ ہستی درہم برہم ہوتا ہے، اور نہ ان کا نظام حیات بے کیف اور مضمحل ہوتا ہے۔ وہ ناکامی کی ٹھوکریں کھا کر بھی سرشار آرزو رہتی ہیں۔ راہ طلب کی دشواریاں ان کا عزم و حوصلہ بڑھاتی ہیں۔ مشکلات اور صعوبتیں ان کے گام شوق کو تیز کردیتی ہیں۔ ان کے جوش عمل کو پرخطر راہوں کی تلاش رہتی ہے۔ اور طوفان برق و باد میں ان کے بال و پر کی نشوونما ہوتی ہے۔ سرفروشی، جان بازی اور قربانی ان کا وظیفۂ حیات بن جاتا ہے جس کے بعد شکست و ہزیمت بھی فتح و ظفر میں تبدیل ہوجاتی ہے ؎

اگر عثمانیوں پر کوہ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے،
کہ خون صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا



## مقالات

# مولانا فراہیؒ اور حدیث نبویؐ

از جناب مولوی محمد اکرم ندوی لندن

مولانا حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ تاریخ اسلام کی ان چند مایہ ناز شخصیتوں میں سے ہیں جنھوں نے اپنی زندگی کتاب الٰہی میں تدبر و تفکر کے لیے وقف کردی تھی، مولانا کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی اجتہادی صلاحیت، اصابت رائے، دقیقہ رسی، سلامت فکر اور حقیقت فہمی کی صفات سے نوازا تھا، ان کی علمی جلالت پر اتفاق کے ساتھ ان کے معاصرین ان کے تقویٰ، ورع، سنت نبویؐ کی پیروی اور خوف خدا جیسی علمی اور باطنی خوبیوں کے معترف اور مداح نظر آتے ہیں، حقیقتاً علم کی گہرائی اور تقویٰ کی جامعیت ہی وہ بنیادی وسائل ہیں جو انسانی عقل کو کسی قسم کے زیغ و انحراف سے روک سکتے ہیں، تفسیر قرآن کی تاریخ بتاتی ہے کہ اس میدان میں جب بھی کوئی انحراف در آیا ہے اس کی بنیادی وجہ یا تو علم کی کمی یا تقویٰ سے تہی دامنی رہی ہے جسے بالعموم جہل اور ہوی کے لفظوں سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

قرآن کریم میں تفکر و تدبر کا وہ جوہر خالص جو اس امام عظیم نے اپنی طویل علمی زندگی کی یادگار کے طور پر مختلف کتابچوں اور رسالوں کی شکل میں چھوڑا تھا، ابھی تک علمی دنیا میں اس کا تعارف نہیں ہوسکا، ضرورت اس کی ہے کہ مولانا کے افکار کا پوری طرح عالم اسلام اور عالم عرب میں تعارف ہو تاکہ مولانا کی بعض متفرق تحریروں کی وجہ سے جو شدید قسم کی غلط فہمیاں پیدا ہورہی ہیں یا کی جارہی ہیں ان کا سد باب ہوسکے۔

قرآن کریم اور حدیث شریف دونوں اسلامی قانون کا سرچشمہ ہیں، ان میں سے کسی پر کلی انحصار اور دوسرے سے اعراض دونوں سے انحراف کے مرادف ہے، اسلامی تاریخ کے ہر دور میں علمائے امت نے ان کج فہم افراد اور گمراہ کن تحریکوں کا سختی سے محاسبہ کیا ہے جو کتاب الہٰی اور سنت نبویؐ کے درمیان کسی تفریق اور امتیاز کے روادار رہے ہیں، کتاب الہٰی اور سنت نبویؐ کے درمیان جو ربط ہے اسکی نزاکت سمجھنے میں ہمیشہ افراط و تفریط کو راہ ملی ہے، صحابہ کرام اور تابعین عظام کی مقدس جماعت کے علاوہ ائمہ اربعہ، فقہائے محدثین، مجددین اور مصلحین نے ان دونوں سرچشموں کی اہمیت اور ان کے آپس کے تعلق کو پوری طرح واضح کرنے اور افراط و تفریط کی راہ سے آنے والے زیغ وانحراف کی پردہ دری کی کوشش کی ہے، تاکہ امت کی زندگی اس شاہراہ سے منحرف نہ ہو جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو چھوڑا تھا۔

ساتھ ہی یہ بھی اسلامی تاریخ کا ایک المیہ رہا ہے کہ اسی مقدس جماعت پر کبھی سنت سے انحراف اور کبھی کتاب الہٰی سے روگردانی کا الزام لگایا گیا۔

مولانا فراہیؒ پر حدیث کے باب میں کوتاہی یا سنت کی مخالفت کے جو الزامات لگائے گئے ہیں اور جن کا سلسلہ اب تک جاری ہے وہ اسی تاریخ الزام تراشی یا احسان ناشناسی کا ایک حصہ ہیں جس کے نمونے ہر دور میں نظر آتے ہیں، اس مضمون میں اس کی کوشش کی گئی ہے کہ جمہور علمائے امت کی آراء کے پس منظر میں حدیث سے متعلق مولانا کے نقطۂ نظر کو تفصیل سے پیش کیا جائے، بحث کا زیادہ حصہ تفسیر کے باب میں احادیث کے کردار سے ہوگا، کیونکہ اصل اعتراضات مولانا کے طریقہ تفسیر سے متعلق ہیں۔

**قرآن کریم اور حدیث نبویؐ کا باہمی تعلق**

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے، جو ہر طرح کے شبہ سے بالاتر ہے، اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رہنمائی کے لیے اپنے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ کتاب نازل کی، آپؐ نے یہ کتاب اللہ تعالیٰ کے بندوں کو پہنچائی، اس کے احکام نافذ کیے، اس کی روشنی میں پوری امت کی تربیت کی، اس کی تشریح اور توضیح کی اور امت کی رہنمائی کے لیے اپنی زندگی کا نمونہ چھوڑا، آپ کی ان ذمہ داریوں پر درج ذیل آیتیں شاہد ہیں:

| | |
|---|---|
| لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ | یقیناً اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر احسان |
| بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ | کیا کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول |
| يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَ | مبعوث کیا جو انہیں اللہ تعالیٰ کی آیتیں |
| يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ[1] | پڑھ کر سناتا ہے، ان کی تربیت کرتا ہے، |
| | اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے، |
| فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ[2] | جو کچھ آپ پر نازل کیا گیا ہے اسکے مطابق |
| | ان کے درمیان فیصلہ کیجیے۔ |
| لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ | تمہارے لیے اللہ کے رسول میں ایک |
| اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ[3] | عمدہ نمونہ ہے۔ |

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ذمہ داریوں کو اللہ تعالیٰ کی نگرانی اور پوری حفاظت میں ادا کیا، اللہ تعالیٰ خود آپؐ کے قول و عمل کی پاکیزگی کی شہادت دیتا ہے:

| | |
|---|---|
| وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا | وہ اپنی من مانی بات نہیں کرتے جو کچھ بھی |
| وَحْيٌ يُّوْحٰى[4] | کہتے ہیں وہ وحی ہے جو ان پر نازل ہوتی ہے |
| اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ[5] | بے شک آپؐ اخلاق حسنہ کے اعلیٰ معیار |
| | پر ہیں۔ |

اللہ تعالیٰ نے بندوں پر آپؐ کی اطاعت اسی طرح فرض کی ہے جس طرح اپنی اطاعت

فرض کی ہے :

| | |
|---|---|
| يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ [5] | اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔ |

بلکہ اطاعتِ رسولؐ کو خود اپنی اطاعت قرار دیا ہے :

| | |
|---|---|
| مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ [6] | جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ |

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

| | |
|---|---|
| انی قد ترکت فیکم شیئین لن تضلوا بعدھما: کتاب اللہ وسنتی [7] | بے شک میں نے تمہارے اندر دو چیزیں چھوڑی ہیں، جن کے بعد تم گمراہ نہیں ہوگے، اللہ کی کتاب اور میرا طریقہ۔ |

ایک دوسری حدیث میں ہے :

| | |
|---|---|
| ان ما حرم رسول اللہ کما حرم اللہ [9] | بے شک جو چیز اللہ کے رسول نے ناجائز کی وہ ایسی ہی ہے جیسے اللہ نے ناجائز کی۔ |

ایک شخص نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے کوئی مسئلہ پوچھا، آپ نے اسکے سوال کا جواب دیا، اس نے کہا کہ آپؐ اللہ کی کتاب کے حوالہ سے جواب دیں، نہ کہ کسی اور چیز کے واسطے سے، آپؐ نے فرمایا تم بیوقوف ہو، کیا اللہ کی کتاب میں یہ موجود ہے کہ ظہر کی نماز چار رکعت ہے سری قرأت سے؟ پھر آپ نے نماز اور زکوٰۃ وغیرہ کے بارے میں اسی طرح کی مثالیں دے کر پوچھا کہ اللہ کی کتاب میں تم اس کی تفصیل پاتے ہو؟ [10]

امیہ بن عبداللہ بن خالد نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے عرض کیا کہ نماز حضر



اور نماز خوف تو قرآن میں موجود ہے لیکن سفر کی نماز قرآن میں نہیں ہے، آپ نے فرمایا میرے بھتیجے اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے درمیان مبعوث فرمایا جبکہ ہمیں کسی چیز کا علم نہیں تھا، ہمارا عمل وہی ہے جیسا ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے ہوئے پایا ہے۔[11]

ایک شخص نے مطرف بن عبداللہ بن شخیر رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی میں کہا کہ ہم سے صرف قرآن کی بات کیجئے، آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم ہم قرآن کی جگہ کوئی اور چیز نہیں چاہتے، لیکن ہم اسکی طرف رجوع کرتے ہیں جسے قرآن کا علم ہم سے زیادہ تھا۔[12]

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی چیزوں کے متعلق جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم نہیں تھا جو طریقہ اختیار فرمایا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ سے ہی فرمایا ہے۔"[13]

امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

"قرآن کریم سے مسائل کے استخراج میں صرف قرآن پر انحصار صحیح نہیں ہے، اس کی تشریح و تفسیر یعنی سنت پر بھی نگاہ ڈالنا ضروری ہے۔"[14]

مولانا فراہی رحمۃ اللہ علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ کی جامعیت واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

"عقل و نقل کے تمام پہلوؤں سے یہ بحث طے پا چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ فرض رسالت کی ادائیگی کے لیے انہیں لوگوں کو چنا ہے جو اس کی مخلوق میں اخلاق و تقویٰ کے لحاظ سے نقطۂ کمال پر رہے ... حضرت سرور کائنات کی نسبت فرمایا: وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ۔"[15]

**حدیث قرآن کا بیان ہے**

امت کا اس پر اجماع ہے کہ صحیح حدیث قرآن سے متعارض نہیں ہو سکتی۔ حدیث کے ذریعہ اگر کہیں قرآن کے کسی عام کی تخصیص یا مطلق کی تقیید ہو رہی ہے تو اسکی حیثیت

بیان کی ہے، کیونکہ عام بول کر خاص مراد لینا اور مطلق بول کر مقید مراد لینا اہل زبان کے نزدیک عام ہے، اس طرح کی احادیث کو ایک جماعت نے قرآن پر اضافہ سے تعبیر کیا ہے، یہ تعبیر کسی قدر غیر محتاط ہے، حقیقتاً یہ احادیث کسی قسم کا اضافہ نہیں ہیں، بلکہ اس تخصیص یا تقیید کو بیان کر رہی ہیں جس کا احتمال کلام میں پہلے سے موجود تھا۔

محتاط علماء کی جماعت کی رائے ہے کہ تمام احادیث قرآن کا بیان ہیں کسی حدیث سے قرآن پر کوئی بنیادی اضافہ نہیں ہوتا، جو اضافہ بظاہر نظر آ رہا ہے اس کی حیثیت تشریح کی ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"سنت کی ہر چیز کا بیان اللہ کی کتاب میں موجود ہے"[17]

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:

"علماء کی ایک جماعت اس کی قائل ہے کہ ہر سنت کی کوئی نہ کوئی اصل قرآن میں ضرور موجود ہے"[17]

امام شاطبی فرماتے ہیں:

"سنت کی اصل کتاب ہے، سنت کتاب الٰہی کے اندر موجود اجمال کی تفصیل، ابہام کی وضاحت اور اختصار کی تشریح ہے، کیونکہ سنت قرآن کا بیان ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ، تمھیں سنت میں کوئی ایسا حکم نہیں ملے گا جو قرآن میں اجمالاً یا تفصیلاً موجود نہ ہو"[18]

مولانا فراہیؒ فرماتے ہیں:

"میں یقین رکھتا ہوں صحیح احادیث میں اور قرآن میں کوئی تعارض نہیں ہے"[19]

ایک دوسری جگہ مولانا فراہیؒ فرماتے ہیں:



"حدیث نے قرآن پر کوئی اضافہ نہیں کیا، بلکہ آیت کے اس ابہام کو واضح کیا ہے جو غور نہ کرنے پر مخفی رہ سکتا تھا"[20]

مولانا امین احسن اصلاحی حدیث نبویؐ سے مولانا فراہیؒ کے تعلق پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

"انھوں (مولانا فراہیؒ) نے حدیث کی تمام کتابوں کو نہایت تحقیق و تنقید کے ساتھ پڑھا تھا، وہ بیشتر احادیث کو قرآن سے مستنبط سمجھتے تھے اور اپنے اس سلسلہ کی تحقیقات ہمارے سامنے بھی بیان فرماتے تھے"[21]

قرآن کریم اور حدیث شریف دونوں ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں، کیونکہ دونوں کا سرچشمہ ایک ہے، اس حیثیت سے دونوں کا مطالعہ کرنے سے جہاں ایک طرف قرآن کی صحیح تفسیر کی طرف رہنمائی ہوتی ہے وہیں قرآنی آیات کی روشنی میں حدیث کے اجمال یا ظاہری تعارض کو حل کرنے میں مدد ملتی ہے۔

مولانا فراہیؒ فرماتے ہیں:

"میں نے دیکھا ہے کہ کتنی روایتیں بظاہر متضاد ہیں، لیکن قرآن کی روشنی میں سمجھنے سے ان کا تعارض دور ہو گیا، قرآن کی حیثیت مرکز کی ہے، جس کی طرف حدیثیں مختلف پہلوؤں سے لوٹتی ہیں، اس کی تفصیل تمھیں ہماری کتاب احکام الاصول باحکام الرسول میں ملے گی"[22]

**احادیث کا ثبوت**

مندرجہ بالا تفصیلات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ رسولؐ کی اطاعت اسی طرح واجب ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کی، بلکہ رسولؐ کی اطاعت خود اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے، فرق صرف ثبوت کا ہے، قرآن کریم کا ثبوت متواتر ہے، قرآن کریم کی ہر آیت قطعی الثبوت ہے، جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال ثبوت کے لحاظ سے مختلف درجوں پر

ہیں، جن لوگوں نے براہ راست حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کیا ہے انھوں نے
آپؐ کے ارشاد کو قرآن کی طرح قبول کیا، اگر تمام احادیث قرآن کی طرح متواتر ہوتیں
تو ان میں اور قرآن میں چاہے درجہ و مرتبہ کے لحاظ سے فرق ہوتا مگر عملاً کوئی فرق نہ ہوتا لیکن
چونکہ ثبوت کے لحاظ سے احادیث کے مدارج مختلف ہیں اس لیے ائمہ نے ہمیشہ اس فرق کو
ملحوظ رکھا ہے۔[۲۳]

مولانا فراہیؒ فرماتے ہیں :

"اگر احادیث، تاریخ اور قدیم صحیفوں میں ظن اور شبہ کو دخل نہ ہوتا تو ہم ان کو فرع
کے درجہ میں نہ رکھتے، بلکہ سب کی حیثیت اصل کی قرار پاتی اور سب بلا اختلاف ایک
دوسرے کی تائید کرتے۔"[۲۴]

**تفسیر بالماثور کے مدارج** | تفسیر بالماثور کے تین مدارج ہیں :

۱۔ تفسیر قرآن بالقرآن ۲۔ تفسیر قرآن بالحدیث ۳۔ اقوال صحابہ سے تفسیر قرآن۔

علمائے تفسیر اور ماہرین اصول اس پر متفق ہیں کہ قرآن کی تفسیر سب سے پہلے
قرآن سے کی جائے گی، پھر سنت رسولؐ کی طرف رجوع کیا جائے گا، اس کے بعد صحابۂ کرام
کے اقوال سے استفادہ کیا جائے گا۔

علامہ زرکشی اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں :

"علماء نے کہا ہے کہ جو شخص قرآن کریم کی تفسیر کرنا چاہے، پہلے خود قرآن کی طرف
رجوع کرے، ... اگر قرآن میں اس کی نظیر نہ ہو تو پھر سنت کی طرف رجوع کرے،
کیونکہ سنت قرآن کی تشریح و تفسیر ہے، ... اور اگر سنت سے وضاحت نہ ہوتی ہو
تو پھر صحابہ کرام کے اقوال کی طرف رجوع کرے، کیونکہ قرآن کے سب سے زیادہ



عالم وہی تھے۔"[۲۵]

علامہ سیوطی کا یہ قول نقل کرنے کے بعد مولانا فراہیؒ فرماتے ہیں :

"اس سے مجھ پر یہ حقیقت واضح ہوئی کہ پہلی چیز جو قرآن کی تفسیر میں مرجع کا کام دے
سکتی ہے وہ خود قرآن ہے، اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب کا
فہم ہے، پس میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ مجھے سب سے زیادہ پسند وہی تفسیر
ہے جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہو۔"[۲۶]

مولانا فراہیؒ ایک دوسری جگہ اس ترتیب کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کی تعلیم اللہ تعالیٰ سے حاصل کی ہے، پھر آپؐ
نے امت کو اس کی تعلیم دی، بلاشبہ آپؐ تمام انسانوں میں سب سے بہتر ہیں، پھر وہ
لوگ جنھوں نے آپؐ سے اخذ کر کے بعد والوں کو سکھایا۔"[۲۷]

**۱۔ تفسیر قرآن بالقرآن** | مفسرین اور عام علماء یہ کہتے آئے ہیں کہ قرآن کریم کی آیتیں ایک دوسر
کی تفسیر کرتی ہیں، اسی لیے تفسیر میں سب سے پہلا درجہ خود قرآن کریم کو حاصل ہے۔[۲۸]

مولانا فراہیؒ فرماتے ہیں :

"ہمیشہ سے علماء یہ بات کہتے آئے ہیں کہ قرآن کا ایک حصہ دوسرے حصہ کی تفسیر کرتا ہے،
اور یہ بات بالکل واضح ہے، کیونکہ قرآن کریم چیزوں کا تذکرہ مختلف انداز سے کرتا ہے
کبھی کسی بات کو اجمال سے بیان کرتا ہے اور کبھی تفصیل سے، جو چیز ایک جگہ رہ جاتی ہے
دوسری جگہ واضح ہو جاتی ہے، قرآن کریم نے اپنا یہ وصف متعدد جگہوں پر بیان
کیا ہے، یہ ایک مضبوط اصول ہے۔"[۲۹]

**۲۔ تفسیر بالحدیث** | احادیث دو طرح کی ہیں : الف۔ متواتر و مشہور ب۔ اخبار احاد۔

**الف۔ عملی متواتر سنتیں** ہم نے قولی متواتر احادیث کا تذکرہ اس لیے نہیں کیا کہ انکے وجود کے سلسلہ میں علماء میں شدید اختلاف ہے، جو لوگ اس کے قائل ہیں انکے نزدیک بھی تعداد بہت کم ہے، یہ متواتر احادیث ایسی ہیں کہ اہل سنت والجماعت کا عمل ہمیشہ ان پر رہا ہے، متواتر سنتیں سب عمل سے متعلق ہیں، ان کے بغیر قرآن کریم کا سمجھنا ناممکن ہے، احکام سے متعلق قرآن کریم کی ہر آیت کی تشریح اس عمل نبویؐ کی محتاج ہے جسے امت نے بالتواتر قبول کیا ہے، ان متواتر سنتوں سے انکار یا اعراض پورے دین سے انکار اور اعراض کے مرادف ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"الا انی اوتیت القرآن ومثله معه"[30]

مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اسی جیسی ایک اور چیز دی گئی ہے۔

ایک حدیث میں ہے:

"علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین"[31]

میرے طریقہ اور خلفائے راشدین کے طریقہ پر مضبوطی سے قائم رہو۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"کتاب الٰہی سنت نبویؐ کی اس سے زیادہ محتاج ہے جتنا کہ سنت کتاب الٰہی کی"[32]

حافظ ابن عبدالبر اس کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

"امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کی مراد ہے کہ سنت قرآن کی توضیح اور تشریح کرتی ہے"[33]

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کی اس تعبیر پر ہمیشہ علماء کی ایک جماعت کو تردد رہا ہے، اس کی تشریح وہی ہے جو حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی ہے، لیکن چونکہ تعبیر بظاہر غیر محتاط ہے اس لیے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے جب اس کے متعلق سوال کیا گیا



تو فرمایا:

"میں اتنی بڑی جرأت نہیں کر سکتا، البتہ میں کہتا ہوں کہ سنت کتاب کی تفسیر اور تشریح کرتی ہے"[34]

مولانا امین احسن صاحب مولانا فراہیؒ کا مسلک نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"جہاں تک قرآن کی اصطلاحات۔ مثلاً صلوٰۃ، صوم، زکوٰۃ، حج، قربانی کا تعلق ہے وہ (مولانا فراہیؒ) ان کی تفسیر سو فیصدی سنت متواتر کے مطابق کرتے تھے اور اس کی ادنیٰ خلاف ورزی کو بھی جائز نہیں سمجھتے تھے"[35]

**ب۔ اخبار احاد** جمہور امت کا مسلک ہے کہ خبر واحد ظنی الدلالہ ہے اور اس پر عمل کرنا واجب ہے بشرطیکہ خبر واحد کسی آیت یا سنت سے متعارض نہ ہو، تعارض کے بعد اگر تطبیق کی کوئی شکل نکلی تو تطبیق کی جائے گی، ورنہ خبر کے بارے میں توقف کیا جائے گا، خود صحابہ کرام نے تعارض کے وقت حدیث کے بارے میں توقف اختیار کیا ہے، چنانچہ جب فاطمہ بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ حدیث پیش کی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے لیے نہ رہائش کا فیصلہ کیا اور نہ ہی نان نفقہ کا، تو اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم اپنے رب کی کتاب اور نبی کی سنت ایک عورت کے کہنے پر نہیں چھوڑ سکتے، معلوم نہیں کہ اس نے یاد رکھا بھی کہ نہیں۔[36]

امام شاطبی فرماتے ہیں:

"اگر حدیث قرآن اور سنت سے متعارض ہو تو حدیث کا رد کرنا واجب ہوگا اور یہ سمجھا جائے گا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نہیں ہے، ..... ان ساری باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ حدیث اس وقت صحیح سمجھی جائے گی جب قرآن کے مطابق ہو اور مخالف نہ ہو"[37]

بیشتر اخبار احاد قرآن کریم کے احکام کی تائید کرتے ہیں، ان کے اندر مزید کوئی تفصیل نہیں ہے،

ایسی روایتیں مولانا نے عام طور سے چھوڑ دی ہیں کیونکہ ان سے صرف تکرار ہوتی ہے، اس کے قطعاً معنی یہ نہیں ہیں کہ مولانا ان کے منکر ہیں، مولانا فرماتے ہیں :

"میرے پیش نظر تو ایک ایسی کتاب کی تالیف ہے جو بنیاد اور مرکز کا کام دے اور جو نقطۂ اعتدال اور قول فیصل کی حیثیت سے نمودار ہو، اس لیے میں نے صرف اتنے ہی پر اکتفا کیا ہے جتنا قرآن میں ہے، لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ جو کچھ میں نے چھوڑ دیا ہے اس کا منکر ہوں، امام بخاری نے اپنی کتاب میں صرف وہ روایتیں جمع کی ہیں جو ان کے اصول پر پوری اتری ہیں اور بہت سی صحیح روایتیں چھوڑ دی ہیں، لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ انکے منکر ہیں"[38]

**خبر واحد کے سلسلہ میں ائمہ کی آراء** حنفیہ کے نزدیک خبر واحد پر اس وقت عمل کیا جائے گا جب اس کے اندر تین شرطیں پائی جائیں :

۱۔ قرآن کریم کے کسی حکم کی مخالف نہ ہو۔

۲۔ سنت مشہورہ کے خلاف نہ ہو۔

۳۔ اور ظاہر کے خلاف نہ ہو[39]

امام مالک کے نزدیک خبر واحد قبول کرنے کی ایک اہم شرط یہ ہے کہ عمل اہل مدینہ کے خلاف نہ ہو[40]۔

ابن قاسم اور ابن وہب نقل کرتے ہیں کہ ہم نے دیکھا ہے کہ امام مالک حدیث سے زیادہ عمل اہل مدینہ کو بیان کرتے تھے اور ان تک دوسروں کے واسطہ سے حدیثیں پہنچی تھیں تو کہتے تھے کہ ہم اس سے ناواقف نہیں ہیں، لیکن عمل اس پر نہیں رہا ہے[41]

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ میں نے محمد بن ابی بکر بن عمر بن حزم کو دیکھا ہے کہ وہ مدینہ کے



قاضی تھے اور ان کے بھائی عبداللہ ایک ثقہ اور سچے محدث تھے، جب محمد بن حزم کوئی ایسا فیصلہ کرتے جو حدیث کے خلاف ہوتا تو عبداللہ ان سے بازپرس کرتے اور فرماتے کہ کیا اس سلسلہ میں فلاں حدیث نہیں وارد ہے؟ وہ فرماتے کہ ہاں وارد ہے، اس پر عبداللہ بن حزم فرماتے کہ پھر آپ اس کے مطابق فیصلہ کیوں نہیں کرتے؟ اس کے جواب میں وہ کہتے کہ اہل مدینہ اس پر عمل نہیں کرتے ہیں[42]

ابن ماجشون سے سوال کیا گیا کہ آپ لوگ حدیث روایت کرتے ہیں مگر اس پر عمل نہیں کرتے، ایسا کیوں ہے؟ انھوں نے فرمایا تاکہ لوگوں کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ ہم نے ناواقفیت کی وجہ سے حدیث نہیں چھوڑی ہے[43]

امام عبدالرحمٰن بن مہدی فرماتے ہیں :

"اہل مدینہ کا سابق عمل حدیث سے بہتر ہے"[44]

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فقہاء کو جمع کر کے ان سنتوں اور فیصلوں کے بارے میں سوال کرتے تھے جن پر عمل ہوتا رہا ہے، ان کو باقی رکھتے تھے اور جن پر عمل نہیں رہا ان کو منسوخ کر دیا کرتے تھے خواہ روایت ثقہ سے ہو[45]

**خبر واحد اور مولانا فراہیؒ کا مسلک** مولانا امین احسن صاحب فرماتے ہیں :

"اخبار احاد کے بارے میں وہ مالکیہ اور حنفیہ کے مسلک کو ترجیح دیتے تھے، جس طرح حنفیہ عام ضرورت کے مسائل میں اور مالکیہ صحابہ کے عام عمل کے مقابلہ میں اخبار احاد کو بہت زیادہ اہمیت نہیں دیتے اسی طرح مولانا فراہیؒ بھی مذکورہ صورتوں میں اخبار احاد کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے"[46]

**عام تفسیری روایات کی حیثیت** روایتوں میں وضع و تحریف بہت ہوئی ہے، تاہم اس امت کو

اللہ تعالیٰ کا خاص فضل رہا ہے کہ فقہائے عظام نے ایسے رہنما اصول اور ضوابط مقرر کیے جنکے نتیجہ میں وضع کی ساری سازشوں اور کوششوں کا پردہ چاک ہوگیا، وضع کا یہ کام دین کے ہر شعبہ میں کیا گیا، خاص طور سے تفسیر کا باب اس سے زیادہ متاثر ہوا۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"تین قسم کی روایتوں کی کوئی اصل نہیں اور وہ تفسیر، مغازی اور حروب کی روایتیں ہیں"[۴۹]

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے رسالہ اصول تفسیر میں اس کی صراحت کی ہے کہ تفسیر کے باب میں وضع کا عمل زیادہ ہوا ہے اور تائید میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا مذکورہ بالا قول نقل کیا ہے[۵۰]

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"تفسیر ماثور کا اکثر حصہ راویوں کے پاس زنادقہ یہود، ایرانیوں اور نومسلم اہل کتاب کے واسطہ سے پہنچا ہے"[۵۱]

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تفسیر کے باب میں صرف سو حدیثوں کے قریب ثابت ہیں"[۵۲]

امام عبدالرحمٰن بن مہدی نے میسرہ بن عبد ربہ سے سوال کیا کہ سورتوں کے فضائل میں تمہارے پاس اتنی کثرت سے روایتیں کیسے آگئیں، اس نے جواب دیا کہ میں نے ترغیب کی خاطر خود وضع کی ہیں[۵۳]

اسی طرح کا ایک سوال نوح ابن ابی مریم سے کیا گیا تو اس نے جواب دیا کہ میں نے دیکھا کہ



لوگ قرآن چھوڑ کر ابوحنیفہ کی فقہ اور ابن اسحاق کی مغازی میں لگے ہوئے ہیں اس لیے میں نے ثواب کی نیت سے یہ حدیثیں وضع کرلیں[۵۴]

مولانا فراہیؒ فرماتے ہیں:

"ہم خلاف ظاہر قرآن کی تاویل کرنے میں کسی ضعیف حدیث پر اعتماد نہیں کرسکتے ہم ظاہر قرآن ہی کو حجت سمجھیں گے"[۵۵]

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

"تفسیر کے اصولوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے قرآن کے ظاہری مفہوم کے خلاف توجیہ کرنا تحریف کی راہ ہموار کرنے کے مرادف ہے"[۵۶]

مولانا نے جو بات یہاں کہی ہے اس کے وزن سے کون انکار کرسکتا ہے، میری خواہش تھی کہ باطل فرقوں کی تفسیر کے کچھ نمونے پیش کردوں تاکہ اندازہ ہو کہ قرآن کے ظاہری مفہوم کے خلاف توجیہ کن خطرناک اور گمراہ کن نتائج کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے، مگر خوف طوالت سے اور اس وجہ سے کہ اہل علم پر یہ پہلو مخفی نہیں ہے اس وقت اسے نظر انداز کیا جاتا ہے۔

**حدیث کے سلسلہ میں اسلاف کی احتیاط**

اسلام دشمن عناصر کے لیے یہ تو ناممکن تھا کہ قرآن کریم میں کسی قسم کی ترمیم کردیں، کیونکہ یہ کتاب براہ راست حفاظت خداوندی میں ہے، ان عناصر کو یہ راستہ ضرور مل گیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرکے گمراہیوں کو مسلمانوں میں رواج دیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس امت پر اپنے خاص فضل کی وجہ سے بالکل شروع ہی میں ائمۂ اسلام کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب احادیث کے سلسلہ میں بصیرت افروز اصولوں کی رہنمائی کی اور حدیثوں کی جانچ کے لیے رجال کا عظیم فن وجود میں آیا جس کی کسی قوم میں کوئی نظیر نہیں ہے اور اس کے ساتھ علمائے اسلام نے روایتوں کی تحقیق کے لیے روایت

و درایت کے رہنما اور معیاری اصول طے کیے اور اس فن سے اشتغال، عقل و فکر کی پختگی اور غیر معمولی تقویٰ اور احتیاط کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسا ملکہ عطا کر دیا تھا کہ رطب و یابس مجموعوں میں سے صحیح احادیث کو الگ کر لینا ان کے لیے کچھ مشکل نہ تھا، ان کی مہارت کے یہ واقعات حد تواتر کو پہنچے ہوئے ہیں، ہم ان واقعات کو یہاں نقل نہیں کر رہے ہیں، البتہ بعض اقوال پیش کیے جاتے ہیں جن سے اندازہ ہوگا کہ حدیث کے باب میں سلف کس قدر احتیاط ملحوظ رکھتے تھے۔

یہ بات ذہن میں رہے کہ بعض جماعتوں کی جانب سے حدیث کے نام پر رطب و یابس قبول کرنے کے رجحان کی تحریک دین الٰہی کے ساتھ زبردست خیانت ہے، اللہ تعالیٰ نے اس دین کو کمزور بنیادوں پر قائم نہیں کیا ہے، اس کے اصول نہایت ہی مستحکم ہیں، اسی لیے صحابہ کرام کے زمانہ سے یہ طرز عمل چلا آرہا ہے کہ حدیث اسی وقت قبول کی جائے گی جب قرآن کریم اور مسلمانوں میں مشہور و معروف سنتوں سے متعارض نہ ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ایک وقت ہمارا یہ حال تھا کہ جب ہم کسی شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نقل کرتے ہوئے پاتے تھے تو ہماری نگاہیں اس پر مرکوز ہو جاتی تھیں، کان اس کی باتوں کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے لیکن جب سے لوگوں نے رطب و یابس کی آمیزش شروع کر دی ہے اس وقت سے ہم صرف وہی چیز قبول کرتے ہیں جس سے ہم واقف ہیں۔[55]

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اپنے والد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے استفسار کیا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیثیں نقل نہیں کرتے جس طرح فلاں صاحب اور فلاں صاحب کر رہے ہیں، انھوں نے فرمایا کہ سنو اسلام لانے کے بعد سے میں ہمیشہ اللہ کے



رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا ہوں، لیکن میں نے آپؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، جو میری طرف قصداً کوئی بات منسوب کرے گا اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔[56]

ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”یہ علم دین ہے، اس لیے یہ دیکھ لیا کرو کہ تم کس سے دین اخذ کر رہے ہو۔“[57]

مولانا فراہی رحمۃ اللہ علیہ اسی احتیاط کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”جرح و تعدیل کے وسائل کے ضعف کی وجہ سے اسلاف کی ایک جماعت ہمیشہ محتاط رہی ہے، مجتہدین صحابہ حضرت عمرؓ، حضرت عائشہؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے انھوں نے روایتوں کے مقابلہ میں قرآن کریم سے وابستگی کو زیادہ محفوظ سمجھا۔“[58]

رمی جمرہ کی حقیقت کے سلسلہ میں وارد ضعیف روایتوں پر گفتگو کرتے ہوئے مولانا فراہی فرماتے ہیں:

”لیکن صحیح روایات میں سنت رمی جمرہ کی اصل کا کوئی ذکر نہیں ہے، اگر اس کے متعلق کوئی بات صحیح روایات سے ثابت ہوتی تو اس سے بڑھ کر کیا بات ہو سکتی تھی، لیکن جہاں تک ہم کو معلوم ہے، اس کے متعلق کوئی صحیح روایت موجود نہیں ہے، اور دین کا معاملہ نہایت اہم ہے، اس وجہ سے اس کے معاملہ میں ہر قسم کی روایات پر اعتماد کر لینا کسی طرح صحیح نہیں ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آدمی کے جھوٹے ہونے کے لیے یہ بات کافی ہے کہ جو بات سن پائے اسکو بیان کرنے لگ جائے۔“

(باقی)

## حواشی

[1] قرآن کریم، سورہ آل عمران ۳: ۱۹۲ [2] قرآن کریم، سورہ مائدہ ۵: ۳ [3] قرآن کریم، سورہ احزاب ۲۱۔

۴ قرآن کریم، سورہ نجم ۳، ۴ ۵ قرآن کریم، سورہ قلم ۴ ۶ قرآن کریم، سورہ نساء ۵۹ ۷ قرآن کریم، سورہ نساء ۸۰ ۸ حاکم نیشاپوری: المستدرک ۱/۹۳ ۹ امام ابوداؤد: السنن ۴/۲۷۹، امام ترمذی: السنن ۴/۱۴۵، امام ابن ماجہ: السنن ۱/۶ ۱۰ حافظ ابن عبدالبر: جامع بیان العلم و فضلہ ۲/۱۹۱ ۱۱ امام نسائی: السنن ۳/۱۱۷، امام ابن ماجہ: السنن ۱/۳۳۹، حاکم نیشاپوری: المستدرک ۱/۲۵۸ ۱۲ حافظ ابن عبدالبر: جامع بیان العلم و فضلہ ۲/۱۹۱ ۱۳ امام شافعی: الرسالہ ۸۰ ۱۴ امام شاطبی: الموافقات ۳/۲۶۹ ۱۵ مولانا فراہیؒ: تفسیر نظام القرآن: ترجمہ مولانا امین احسن اصلاحی ۲۵۔ ۱۶ امام شافعی: الرسالہ ۳۳ ۱۷ امام شافعی: الرسالہ ۹۲ ۱۸ امام شاطبی: الموافقات ۴/۱۲ ۱۹ مولانا فراہیؒ: تفسیر نظام القرآن، مقدمہ، ترجمہ: مولانا امین احسن اصلاحی ۳۶ ۲۰ مولانا فراہیؒ: رسائل الامام الفراہی، التکمیل فی اصول التاویل ۲۷۵ ۲۱ مولانا امین احسن اصلاحی: مقدمہ تفسیر نظام القرآن ۱۶ ۲۲ مولانا فراہی: رسائل الامام الفراہی، التکمیل فی اصول التاویل ۲۳۱ ۲۳ امام ابوبکر سرخسی: اصول السرخسی ۱/۲۹۸ ۲۴ مولانا فراہی: تفسیر نظام القرآن، مقدمہ، ترجمہ: مولانا امین احسن اصلاحی ۲۹ ۲۵ علامہ بدرالدین زرکشی: البرہان فی علوم القرآن ۲/۱۷۵-۱۷۶، علامہ جلال الدین سیوطی: الاتقان فی علوم القرآن ۲/۲۷، نیز دیکھئے حافظ ابن کثیر: تفسیر ۱/۳ ۲۶ مولانا فراہی: تفسیر نظام القرآن، مقدمہ، ترجمہ: مولانا امین احسن اصلاحی ۳۵ ۲۷ مولانا فراہی: رسائل الامام الفراہی، دلائل النظام ۲۷ ۲۸ دیکھئے: علامہ بدرالدین زرکشی: البرہان فی علوم القرآن ۲/۵ ۲۹ مولانا فراہی: رسائل الامام الفراہی، التکمیل فی اصول التاویل ۲۴۴ ۳۰ امام ابوداؤد: السنن ۴/۲۰۹ ۳۱ امام ابن ماجہ: السنن ۱/۱۰ ۳۲ حافظ ابن عبدالبر: جامع بیان العلم و فضلہ ۲/۱۹۱ ۳۳ ایضاً ۳۴ امام شاطبی: الموافقات ۴/۲۶ ۳۵ مولانا امین احسن اصلاحی: مقدمہ تفسیر نظام القرآن ۱۸ ۳۶ امام مسلم: الجامع الصحیح ۱۰/۵۵ ۳۷ امام شاطبی: الموافقات ۴/۳۳



۳۸ مولانا فراہیؒ: تفسیر نظام القرآن، مقدمہ، ترجمہ: مولانا امین احسن اصلاحی ۳۷ ۳۹ امام ابوبکر سرخسی: اصول السرخسی ۱/۳۶۴-۳۶۹ ۴۰ قاضی عیاض: ترتیب المدارک ۱/۶۶ ۴۱ ایضاً ۴۲ ایضاً ۴۳ ایضاً ۴۴ ایضاً ۴۵ ایضاً ۱/۶۷ ۴۶ مولانا امین احسن اصلاحی: مقدمہ تفسیر نظام القرآن ۱۸ ۴۷ علامہ بدرالدین زرکشی: البرہان فی علوم القرآن ۲/۱۵۶ ۴۸ امام ابن تیمیہ: مقدمۃ فی اصول التفسیر ۹۵ ۴۹ شیخ محمد عبدالعظیم زرقانی: مناہل العرفان ۲/۱۳ ۵۰ ایضاً ۲/۱۷ ۵۱ امام ابن حبان: کتاب المجروحین ۱/۶۴ ۵۲ امام ابن جوزی: الموضوعات ۱/۱۳۹ ۵۳ مولانا فراہیؒ: رسائل الامام الفراہی، التکمیل فی اصول التاویل ۲۲۵ ۵۴ ایضاً ۵۵ امام مسلم: الجامع الصحیح ۱/۱۹۵ ۵۶ امام بخاری: الجامع الصحیح ۱/۴۳ ۵۷ امام مسلم: الجامع الصحیح ۱/۱۹۹ ۵۸ مولانا فراہیؒ: رسائل الامام الفراہی، التکمیل فی اصول التاویل ۲۳۲ ۵۹ مولانا فراہیؒ: تفسیر نظام القرآن، ترجمہ: مولانا امین احسن اصلاحی ۳۰۴۔

# کلماتِ نقشبندیہ

از ڈاکٹر سید غیاث الدین محمد عبد القادر ندوی

(۲)

**نظر بر قدم** | شیخ رقمطراز ہیں:

معناه ان السالک یجب علیه ان لا ینظر فی حال مشیه الا الی قدمیه ولا فی حال قعوده الا بین یدیه فان النظر الی النقوش والالوان یفسد علیه حاله ویمنعه مما هو بسبیله لان الذاکر المبتدئ اذا تعلق نظره بالمبصرات اشتغل قلبه بالتفرقة الحاصلة من النظر الی المبصرات لعدم قوته علی حفظ القلب۔

اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ سالک پر واجب ہے کہ چلتے وقت اپنے دونوں قدموں کے سوا اور بیٹھے ہوئے اپنے آگے کے سوا کسی اور طرف نہ دیکھے اس لیے کہ نقوش اور رنگوں کی طرف نظر کرنے سے اس کا حال فاسد ہو جائے گا اور اس کو اس کے راستے سے روک لے گا اس لیے کہ مبتدی ذاکر کی نظر جب قابل دید چیزوں پر اٹکتی ہے تو قلب کی حفاظت پر قوت کی کمی کی وجہ سے یہ نظر اس کے قلب کو پریشانی میں مبتلا کر دیتی ہے۔



شاہ صاحب نے اس پر یہ اضافہ کیا ہے:

وفی حکمه الاستماع الی اصوات الناس واحادیثهم۔

اور اسی حکم کے تحت لوگوں کی آوازوں اور انکی گفتگو کی طرف کان لگانا بھی آتا ہے۔

سمعت سیدی الوالد یقول هذا بالنسبة الی المبتدی اما المنتهی فیجب علیه ان یتامل فی حاله علی قدم ای نبی هو، اذ من الاولیاء من یکون علی قدم محمد علیه الصلوٰة والسلام وله الجامعیة التامة ومنهم من یکون علی قدم موسیٰ علیه السلام وعلی هذا القیاس فاذا عرف متبوعه فلتکن احواله وواقعاته مناسبة لواقعات متبوعه والله اعلم۔

اپنے والد مرشد سے میں نے سنا فرماتے تھے کہ یہ یعنی نظر کو نیچی رکھنا بہ نسبت مبتدی کے ہے اور منتہی پر تو واجب ہے کہ تامل کرے اپنے حال میں کہ وہ کس نبی کے قدم پر ہے اس واسطے کہ بعض اولیاء سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم پر ہوتے ہیں اور ان کو پوری جامعیت کمالات کی حاصل ہوتی ہے اور بعض علی موسیٰ علیہ السلام کے قدم پر ہوتے ہیں پھر جب منتہی اپنے پیشوا کو پہچان لے تو چاہیے کہ اس کے حالات اور واقعات اپنے پیشوا کے ساتھ مناسب ہوں واللہ اعلم

ملا خبازہ نے عام و خاص معنیٰ اس طرح بیان کیے ہیں: عام معنیٰ یہ ہیں کہ سالک ہمیشہ چلتے وقت دائیں اور بائیں نہ دیکھے اور اپنے پاؤں کی پشت کی طرف دیکھتا رہے،

یعنی غیر حق کو اپنے پاؤں کے نیچے لائے اور تواضع، حلم، نرمی اور عاجزی سے راستہ طے کرے جیسا کہ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا (اور نہ چل زمین پر اتراتا) سے یہی مراد ہے چنانچہ بزرگوں نے فرمایا یکرھون فضول النظر کما یکرھون فضول الکلام (وہ فضول نظر کو ویسا ہی ناپسند کرتے ہیں جیسا فضول بات کو) اور خاص معنیٰ یہ ہیں کہ سالک جب معرفت کے رستے کو طے کرنا چاہے تو معرفت گوناگوں میں قدم مارے کیونکہ معرفت کی کوئی انتہا نہیں اور ترقی حاصل کرے۔ چنانچہ حضرت رسالت پناہؐ ہر روز ستّر مرتبہ استغفار اور توبہ کرتے یعنی ہر روز ستّر مقام طے کرتے اور قدم اٹھاتے تھے اور مقام گذشتہ سے توبہ کرتے۔"

سفر در وطن | شیخ کا ارشاد ہے:

| | |
|---|---|
| معناہ الانتقال من الصفات | اسکے معنیٰ یہ ہیں کہ پست بشری صفات سے |
| البشریۃ الخسیسۃ الی الصفات | اعلیٰ ملکوتی صفات کی طرف منتقل ہونا پس |
| الملکیۃ الفاضلۃ فیجب علی | سالک پر واجب ہے کہ اپنے بارے میں |
| السالک ان یتفحص عن نفسہ | کھوج کرے کہ کیا اسکے دل میں کچھ مخلوق |
| ھل فی قلبہ بقیۃ حب الخلق؟ | کی محبت باقی ہے پس اگر ایسا سمجھے تو اسکو |
| فاذا عرف شئیا عن ذالک | زائل کرنے کی کوشش کرے۔ |
| اجتھد فی زوالہ۔ | |

حضرت شاہ صاحبؒ نے یہ اضافہ فرمایا ہے:

| | |
|---|---|
| فاذا عرف شئیا من ذالک | پھر جب اس کو جاوے تو سر نو سے توبہ |
| استانف التوبۃ وعلم ان | کرے اور جانے کہ یہ میرا بت ہے اس |
| ذالک صنمہ ثم یقول لا الٰہ | واسطے کہ جو مجھکو خدا سے باز رکھے وہ |



| | |
|---|---|
| الا اللہ یعنی نفیت عن قلبی | فی الواقع میرا بت ہے پھر کہے لا الٰہ |
| الشیئ الفلانی واثبت حب اللہ | الا اللہ، لا الٰہ سے ارادہ کرے |
| مکانہ وذالک لان عروق المحبۃ | کہ میں نے فلانی چیز کی محبت کو نفی کر دیا |
| فی داخل القلب کثیرۃ خفیۃ | اور الا اللہ سے قصد کرے کہ اللہ کی |
| لایمکن ان یستخرج الا بالتفحص | محبت میں نے اسکے مقام پر ثابت کر دی |
| البالغ، ویجب علیہ ان یتفحص | اور وجہ اسکی یہ ہے کہ غیر خدا کی محبت |
| ھل فی قلبہ حسد لاحد، او | کی رگیں دل کے اندر بہت چھپی ہوئی ہوتی |
| حقد۔ او اعتراض فلیکسرہ | ہیں ان کا نکالنا ممکن نہیں مگر کمال |
| بمداومۃ ھذہ الکلمۃ | تفحص اور تلاش سے۔ اور سالک پر |
| | واجب ہے کہ تلاش کرے کہ آیا اس کے |
| | دل میں کسی کا حسد یا کسی کا کینہ یا اعتراض |
| | موجود ہے تو اس کو توڑا کرے اس کلمہ |
| | کی مداومت سے۔" |

اس موقعہ پر مولانا بلھورئیؒ نے یہ فائدہ درج کیا ہے: "صدیق اکبرؓ نے فرمایا جس نے اللہ کی محبت کا خالص مزہ چکھا تو اس نے اس کو طلب دنیا سے باز رکھا اور سب لوگوں سے اس کو وحشی کر دیا۔"

ملا خبازؒ نے اس کے عام و خاص معنیٰ یوں بیان کیے ہیں: "عام معنیٰ یہ ہیں کہ سالک طبیعت بشری میں سفر کرے یعنی چوپایوں کی خصلت سے انسانی خصلت میں اور انسانی سے فرشتوں کی خصلت میں اور بری خصلتوں سے نیک خصلتوں میں انتقال کرے یعنی روح

جو اس کا لطیفہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا مظہر ہے اور خدا کا خلیفہ ہے کہ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً اس کی ذات میں ہے، انسانی صفتوں سے روحانی صفتوں میں بدل جائے اور نفس کو عین روح بنائے اور روح کو عین مجروح کرے اور مجروح کو عین مفتوح کرے۔ اور معنیٰ خاص یہ ہیں کہ سالک ناسوت، ملکوت، جبروت اور لاہوت کا سفر کرے۔

**خلوت در انجمن** | فرماتے ہیں:

معناه الخلوة في الجلوة والمراد ان يكون قلب السالك حاضراً مع الحق في الاحوال كلها غائباً عن الخلق مع كونه بين الناس والخلوة نوعان: (الاول) الخلوة من حيث الظاهر وهي اختلاء السالك في بيت خال عن الناس (والثاني) الخلوة من حيث الباطن وهي كون الباطن في مشاهدة اسرار الحق والظاهر في معاملة الخلق۔

اس کے معنیٰ جلوت میں خلوت کے ہیں اور مراد یہ ہے کہ سالک تمام حالات میں حق کے سامنے حاضر رہے اور لوگوں کے درمیان ہوتے ہوئے بھی مخلوق سے غائب رہے، خلوت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ سالک کسی گھر میں جو لوگوں سے خالی ہو خلوت نشینی کرے، دوسرے باطنی خلوت، وہ یہ ہے کہ باطن اسرار حق کے مشاہدہ میں مشغول رہے اور ظاہر مخلوق کے معاملات میں مصروف۔

شاہ صاحب لکھتے ہیں:

قال خواجہ نقشبندؒ: والیہ

خواجہ نقشبندؒ نے فرمایا کہ اسی طرف



الاشارة في قوله عز من قائل رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ، بل الحق ان التوسم بزي الفقراء ودوام التعلق بالله يكون غالباً مظنة للرياء والسمعة، فالاولى ان يكون الزي زي العلم والديانة والاجتهاد في الطاعات ويكون القلب مع الحق دائماً قال الخواجه على الراميتني بالفارسية:

از دروں شو آشنا و ز بروں بیگانہ شو
ایں چنیں زیبا روش کم می بود اندر جہاں

اشارہ ہے حق تعالیٰ کے قول میں کہ مردانِ وہ لوگ ہیں جن کو سوداگری اور خرید و فروخت ذکر اللہ (اور نماز قائم رکھنے اور زکوٰۃ دینے) سے غافل نہیں کرتی۔ مترجم کہتا ہے "دل بیار و دست بکار" گویا اسی کا ترجمہ ہے۔ بلکہ حق یہ ہے کہ بلباسِ فقرا نشانمند ہونا اور ہمیشہ بذکر خدا رہنا اس طرح پر لوگوں پر مخفی نہ رہے اس میں اکثر دکھانے اور سنانے کا مظنہ ہے تو بہتر یہ ہے کہ وضع اور لباس تو علم اور دیانت اور اجتہاد فی الطاعات کا لباس ہو اور دل ہمیشہ حق جل شانہ کے ساتھ رہے۔ چنانچہ خواجہ علی رامیتنیؒ نے یہی مضمون فارسی کی بیت میں ادا کیا یعنی اندر سے آشنا رہو اور باہر سے بیگانہ کی مانند ایسی پیاری چال کم ہے جہاں میں۔"

اس مقام پر مولانا بلہوریؒ نے یہ فائدہ تحریر کیا ہے: "مترجم کہتا ہے مصنف حقانی نے حق فرمایا کہ اس زمانے میں دفع ریاکاری کے واسطے اس سے بہتر کوئی وضع نہیں باخدا

کے واسطے کہ علماء کی وضع اور لباس اختیار کرے اور باحق رہے اکثر عوام کو اس کے ساتھ عقیدت نہ ہوگی یہی گمان کریں گے کہ یہ ملا ہیں کتاب کے کیڑے ان کو درویشی اور ولایت سے کیا نسبت بخلاف لباس فقرا کے یا مطلق ترک لباس کے"۔ اس کے بعد یہ حکایت تحریر کی ہے کہ "ایک شخص نے خواجہ نقشبندؒ سے پوچھا کہ کاروبار کی عین مشغولی میں توجہ الی اللہ رکھنا اور غافل نہ ہونا کیونکر متصور ہو اور اس پر کیا دلیل ہے خواجہ علیہ الرحمہ نے اس آیت سے استدلال کیا کہ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔"

ملاخیازؒ نے عام معنیٰ کے ضمن میں یہ واقعہ درج کیا ہے: "چنانچہ قطب الاقطاب خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی عمر میں ایک جوان کو دیکھا، میں فخر کرتا تھا کہ کیا ہی اچھا ہوتا جو میں اس جوان کی طرح ہوتا۔ اس کی یہ کیفیت تھی کہ مینا بازار میں ہزار اشرفی کا سودا کر رہا تھا لیکن ایک دم بھی خدا کی یاد سے غافل نہ تھا"۔

اس کے بعد ملا صاحبؒ نے خاص معنیٰ یوں بیان کیے: "اور خاص معنیٰ یہ ہیں کہ چونکہ روح خدا کا خلیفہ ہے اور اس کی صفات کا عرش ہے اس لیے اس میں طرح طرح کے جنگل اور عجیب و غریب مجلسیں ہیں ان کی طرف ہرگز خیال نہ کرے اور خداوند تعالیٰ کے مشاہدہ سے باز نہ رہے اور مشاہدہ کے عجائب و غرائب میں خوشحال رہے اور روح جو کہ حرم خدا ہے اور مظہر جمال اللہ ہے، حرم سے حریم کی طرف رستہ معلوم کرے اور غیر کو حرم میں دخل نہ دے"۔

**یادکرد** فرماتے ہیں:-

| | |
|---|---|
| معناہ تکرار الذکر علی الدوام | اس کے معنیٰ دائمی تکرار ذکر کے ہیں۔ |
| سواء باسم الذات او النفی | برابر ہے کہ ذکر اسم ذات کا ہو یا نفی اور |
| والاثبات الی ان یحصل لہ الحضور | اثبات ہو۔ بہرحال ایسی تکرار ہو کہ مذکور |
| بالمذکور۔ | کی حضوری نصیب ہو جائے۔ |



شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

| | |
|---|---|
| معناہ ذکر اللہ تعالیٰ اما بالنفی | یادکرد سے مراد ذکر اللہ ہے یا بنفی و اثبات |
| والاثبات او بالاثبات المجرد | یا باثبات مجرد چنانچہ اس کی تفصیل مذکور |
| کما مر تفصیلہ۔ | ہو چکی۔ |

ملاخیازؒ لکھتے ہیں: "یادکرد سے مراد ذکر لسانی اور قلبی ہے۔ اس کے بھی دو معنیٰ ہیں ایک عام دوسرے خاص، عام تو یہ ہیں کہ جو کچھ زبان سے کہا جائے اس کا اثر دل پر لیا جائے اور اس کا حظ اٹھائے اور خاص معنیٰ یہ ہیں کہ جو کچھ دل سے خدا کی یاد کرے زبان کو اس سے ناآشنا بنائے اور اپنے اندر خیال کر کے صحرائے دل کی سیر کرے"۔

**بازگشت** شیخ ارقام فرماتے ہیں:

| | |
|---|---|
| معناہ رجوع الذاکر فی النفی | اس کے معنیٰ ہیں کہ نفی و اثبات میں اپنے |
| والاثبات بعد اطلاق نفسہ | دم کو چھوڑنے کے بعد ذاکر اس کلمہ |
| الی المناجاۃ بہذہ الکلمۃ | شریفہ کی مناجات کی طرف رجوع کرے |
| الشریفۃ (الٰہی انت مقصودی | کہ اے اللہ تو ہی میرا مقصود اور تیری |
| ورضاک مطلوبی) وملاحظتہا | رضامندی ہی میرا مطلوب ہے، اس کا |
| تؤکد النفی والاثبات وتورث | دھیان رکھنے سے نفی و اثبات موکد ہوتا |
| فی قلب الذاکر سر التوحید | ہے اور ذاکر کے قلب میں توحید حقیقی |
| الحقیقی حتی یغنی عن نظرہ وجود | کے اسرار کا مورث ہے حتیٰ کہ اس کی |

جمیع الخلق۔

نگاہ میں تمام مخلوق کا وجود فنا ہو جاتا ہے۔

شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

معناہ ان یرجع بعد کل طائفة من الذکر ثلث مرات او خمس مرات الی المناجاة فیدعو الله عز وجل بمجامع ہمتہ یا رب انت مقصودی ترکت الدنیا والآخرة لک اتمم علیّ نعمتک وارزقنی وصولک التام؛ سمعت سیدی الوالد قدس سرہ یقول: ھذا شرط عظیم فی الذکر فلا ینبغی ان یغفل السالک عنہ فانا لم نجد ما وجدنا الا ببرکة ھذا۔

اور بازگشت یعنی رجوع کرنا اور پھرنا اس سے عبارت ہے کہ قدرے ذکر کے بعد تین بار یا پانچ بار مناجات کی طرف رجوع کرے سو یوں دعا کرے اللہ عز و جل سے بحضور دل کہ اے میرے رب تو ہی میرا مقصود ہے میں نے دنیا اور آخرت کو چھوڑا تیرے ہی واسطے اپنی نعمت کو مجھ پر پورا کر اور پورا وصال اپنا مجھ کو نصیب فرما۔ والد مرشد قدس سرہ سے میں نے سنا فرماتے تھے کہ یہ شرط عظیم ہے ذکر میں تو لائق نہیں کہ سالک اس سے غافل ہو اس واسطے کہ جو ہم نے پایا اسی کی برکت سے پایا۔

ملا خبازؒ لکھتے ہیں: "بازگشت یہ ہے کہ ذکر سے مراد مذکور کی جانب بازگشت ہو اور اس کے بھی دو معنی ہیں ایک عام اور دوسرے خاص۔ ان کو ان دو آیتوں سے سمجھ لینا چاہیے عام یہ ہیں: وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا [۳۱] یعنی اپنے پروردگار کے نام کو یاد کرو اور تمام مخلوقات سے پورے طور پر کنارہ کش ہو یعنی ہر حالت میں خدا کی طرف متوجہ،



اور خاص یہ ہیں: واذکر اسم ربک اذا نسیت [۳۲] یعنی اپنے پروردگار کو اس وقت یاد کرو جبکہ تو اپنے آپ کو بھلا دے۔ کیونکہ ذکر کا مذکور میں فنا ہو جانا دوسری حقیقت ہے یعنی نفی سے تو وجود بشری فنا ہو جائے گا اور واجب الوجود کے اثبات سے تو بقا حاصل کرے گا۔"

نگاہ داشت | شیخ رقمطراز ہیں:

معناہ ان یحفظ المرید قلبہ من دخول الخواطر ولو لحظة فانہ امر عظیم عند السادة النقشبندیة قال الشیخ ابوبکر الکتانی قدس سرہ: کنت بوابا علی قلبی اربعین سنة وما فتحتہ لغیر الله تعالیٰ حتی صار قلبی لا یعرف غیر الله سبحانہ وتعالیٰ وقال بعضہم حرست قلبی عشر لیال فحرسنی قلبی عشرین سنة۔

اس کے معنی یہ ہیں کہ مرید اپنے دل کو خطرات کے داخل ہونے سے بچائے چاہے ایک پل کے لیے ہی۔ اس لیے یہ نقشبندی بزرگوں کے یہاں بڑا امر ہے۔ شیخ ابوبکر کتانی قدس سرہ نے فرمایا میں چالیس سال تک اپنے دل کا دربان رہا اور میں نے اس کو غیر اللہ کے لیے وا نہ کیا یہاں تک میرا دل ایسا ہو گیا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سوا کسی کو پہچانتا نہیں اور بعض نے فرمایا کہ میں نے اپنے دل کی پہرہ داری دس راتیں کی تو میرے دل نے میری پہرہ داری بیس برس تک کی۔

شاہ صاحبؒ نے اس ضمن میں خواجہ نقشبندؒ کی یہ ہدایت نقل کی ہے۔

ینبغی ان یصل ھا السالک فی

سالک کو لائق ہے کہ خطرے کے اپنے دل میں

| | |
|---|---|
| اول ما یظهر لا تمنعها اذ ظهرت | نہ چھوڑے اس کے ابتدائے ظہور میں |
| مالت الیها النفس واثرتها | اس واسطے کہ جب ظاہر ہوچکے گا تو نفس |
| فیعسر نزوالها۔ | اس کی طرف مائل ہوجاوے گا اور وہ |
| | نفس میں اثر کرے گا پھر اس کا دور کرنا |
| | مشکل ہوگا۔" |

ملا خواجہؒ نے اس کے عام و خاص معنی اس طرح بیان کیے ہیں: "عام یہ ہیں کہ مراقبہ اس طرح کرے کہ اپنا تمام ظاہر و باطن خداوند کی طرف لگائے جیسا کہ بلی چوہے کے سوراخ میں چوہے کو حاصل کرنے کے لیے کرتی ہے اور خاص یہ ہیں کہ نہ ظاہر ہی رہے نہ باطن اور نہ مراقبہ رہے نہ غیر۔"

یادداشت | شیخ کردی ارقام فرماتے ہیں:

| | |
|---|---|
| معناه التوجه الصرف المجرد | اس کے معنی ہیں ذات یکتا کے انوار کے |
| من الالفاظ الی مشاهدة | مشاہدہ کی طرف وہ خالص توجہ جو الفاظ |
| انوار الذات الاحدیة، | سے خالی ہو اور حق یہ ہے کہ یہ استقامت |
| والحق ان لا یستقیم الا بعد | فنائے تام اور بقائے کامل کے بغیر نصیب |
| الفناء التام والبقاء السابغ۔ | نہیں ہوتی۔ |

شاہ صاحبؒ نے خط کشیدہ عبارت کی جگہ المجرد عن الالفاظ والتخیلات الی حقیقة واجب الوجود (خالی الفاظ اور تخیلات سے واجب الوجود کی حقیقت کی طرف) تحریر فرمایا ہے باقی عبارت یکساں ہے۔

ملا خواجہؒ لکھتے ہیں: "یادداشت جو کہ تمام عبادتوں کا مقصود ہے۔ مراد از روے



ذوق کے آگاہی دوام ہے۔ اس کے بھی دو معنی ہیں عام اور خاص۔ عام یہ ہیں کہ ہمیشہ توحید اور معرفت میں مستغرق رہے اور ذوق دائمی حاصل کرے اور بے عقل و ہوش نہ ہوجائے اور اگر ہوجائے تو طریقت کا نقصان ہے اور آہ و بقا نہ کرے اگر کرے گا تو طریقت کا خون کرے گا۔ خاص معنی یہ ہیں کہ توحید اور معرفت کے استغراق میں جو اسرار الٰہی معلوم کرے انہیں پر اکتفا نہ کرے تازہ بتازہ اسرار حاصل کرے اور ان کو ظاہر نہ کرے۔

وقوف زمانی | کلمہ اولیٰ "ہوش در دم" کی جو وضاحت شاہ ولی اللہؒ کی مذکور ہوئی اس میں وقوف زمانی کی تفصیل آگئی ہے۔ یہی تفصیل شیخ کردی نے علیحدہ عنوان کے تحت تحریر کی ہے

وقوف عددی | کے معنی شاہ صاحبؒ اور شیخ کردی دونوں کے بیان یہ ہیں کہ ذکر میں عدد وتر کا لحاظ رکھا جائے اور اس کی محافظت کی جائے۔

وقوف قلبی | شاہ صاحبؒ نے لکھا ہے کہ معناه التوجه الی القلب الذی هو موضع الی الجانب الایسر تحت الثدی (اس کے معنی اس قلب کی طرف توجہ مرکوز کرنے کے ہیں جو چھاتی کے نیچے بائیں جانب موجود ہے)

شیخ امین کردی نے اس کو تفصیل سے بیان کیا ہے:

| | |
|---|---|
| معناه کما قال الشیخ عبید الله | اس کے معنی جیسا کہ فرمایا شیخ عبید اللہ |
| احرار قدس سره: ان | احرار قدس سرہ نے کہ وقوف قلبی |
| الوقوف القلبی عبارة عن | عبارت ہے حق سبحانہ کے ساتھ |
| حضور القلب مع الحق سبحانه | حضوری قلب سے اس طور پر کہ قلب |
| علی وجه لا یبقی للقلب۔ | کا کوئی مقصود غیر حق سبحانہ باقی نہ رہے |

مقصود غیر الحق سبحانه ولا
ذهول عن معنی الذکر وهو
من شرط الذکر التی لابد
منها (وقال ایضا فی تفسیر
الوقوف القلبی: هو کون الذاکر
واقفا علی قلبه وقت الذکر
بحیث یتوجه الی قلبه ویجعله
مشغولا بلفظ الذکر ومعناه
ولا یترکه غافلا عنه وذاهلا
عن معناه وقال صاحب الرشحات
وهو احد تلامیذ مولانا عبید الله
احرار قدس سرهما
(ولم یجعل الخواجه بهاء الدین
قدس سره حبس النفس
ورعایة العدد لازما فی الذکر
واما الوقوف القلبی فجعله مهما
بمعنییه وعده لازما فان
خلاصة الذکر والمقصود منه
هو الوقوف القلبی۔

اور نہ ہی ذکر کے معنی سے غفلت ہو اور
ذکر کی لابدی شرائط میں سے ہے (اور
نیز فرمایا وقوف قلبی کی تفسیر میں کہ وہ
یہ ہے کہ ذاکر اپنے قلب کی واقفیت
کے ذکر کے وقت اس طرح کہ اپنے قلب
پر متوجہ ہے اور اس کو ذکر کے الفاظ
و معانی میں مشغول رکھے اور اس کو غافل
نہ چھوڑے اور نہ معانی سے اسکو غافل
رکھے۔ مصنف رشحات جو مولانا عبید اللہ
احرار قدس سرہما کے شاگرد ہیں نے
فرمایا (کہ خواجہ بہاء الدین قدس سرہ
نے حبس دم اور عدد وتر کی رعایت کو
ذکر میں لازم نہیں قرار دیا ہے البتہ
وقوف قلبی کو دونوں معنوں میں اہم
بتلایا ہے اور اس کو لازم قرار دیا ہے
اس لیے کہ ذکر کا خلاصہ اور اس کا
مقصود وقوف قلبی ہی ہے۔)



ملا خبازؒ نے آخر الذکر تینوں کلمات کے معنی اس طرح بیان کیے ہیں:

**وقوف زمانی** | اپنے آپ کو ہمیشہ زمانہ گذشتہ کی غفلت اور نسیان کے سبب شرمندہ کرتا رہے۔

**وقوف عددی** | اپنی حالت کی طرف نگاہ کرے اور دیکھے کہ حالات میں ترقی ہوئی یا نہیں۔

**وقوف قلبی** | نفس کو پاک کرے اور دل کو صاف کرے اور روح کو جلا دینے میں ہر روز زیادہ کوشش کرے۔

## حواشی

۱۷؎ سورہ بنی اسرائیل: آیت ۸۵ ۱۸؎ صوفیہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے انسان میں ۶ لطائف پیدا کیے ہیں۔ روح بھی ان میں سے ایک لطیفہ ہے، طریقہ نقشبندیہ مجددیہ میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کے حوالے سے لطائف کی تفصیل یوں بیان کی جاتی ہے، بائیں چھاتی سے دو انگل نیچے لطیفہ قلب، دائیں چھاتی سے دو انگل نیچے لطیفہ روح، بائیں چھاتی سے دو انگل اوپر لطیفہ سر، دائیں چھاتی سے دو انگل اوپر لطیفہ خفی، دونوں چھاتیوں کے درمیان دھک دھکی کے پاس لطیفہ اخفیٰ اور پیشانی پہ دونوں ابرو کے درمیان لطیفہ نفس ہوتا ہے۔ شاہ ولی اللہؒ نے لطائف کو "حقائق مفرزہ" (حقائق جداجدا) بتایا ہے۔

۱۹؎ سورہ بقرہ: آیت ۳۰ ترجمہ: مجھکو بنانا ہے زمین میں ایک نائب ۲۰؎ ناسوت: عالم اجسام کہ مراد اس سے دنیا اور یہ جہاں ہے اور کبھی مجازاً بمعنی شریعت اور عبادات ظاہری کے بھی۔ ملکوت: عالم فرشتوں کا اور صوفیوں کے نزدیک عالم ارواح کہتے ہیں اور بعضوں نے بمعنی عالم غیب کے لکھا ہے۔ جبروت: جلال خدا کا اور وحدت۔ لاہوت: عالم ذات الٰہی کا جس میں سالک کو مقام فنا فی اللہ کا حاصل ہوتا ہے۔ واضح ہو کہ مرتبہ صفات کو جبروت اور مرتبہ اسماء کو ملکوت کہتے ہیں۔ (کشوری) ۲۱؎ سورہ نور: آیت ۳۷ ملا خبازؒ نے آیت کا بین القوسین جز بھی نقل کیا ہے۔ جبکہ شاہ صاحبؒ نے "ذکر اللہ" تک ہی نقل کیا ہے۔

۲۲؎ سورہ مزمل: آیت ۸ ۲۳؎ سورہ کہف: آیت ۲۴۔

# اقبال کا "مردِ قلندر"

از

جناب محمد بدیع الزماں صاحب

اقبال اپنے نصب العینی انسان کو کئی ناموں سے یاد کرتے ہیں جن میں ایک اصطلاح "مردِ قلندر" بھی ہے۔ اس انسان کے لیے ان کے نظامِ تسمیہ میں دیگر نام بھی ہیں جیسے "مردِ حُر"، "مردِ درویش"، "مردِ خدا"، "مردِ کامل" وغیرہ جو سب مرادف اصطلاحیں ہیں لیکن یہ سارے کے سارے نام ایک ہی تصوراتی پیکر سے وابستہ ہیں اور وہ مثالی پیکر اقبالیات میں "مردِ مومن" ہے جو "صاحبِ خودی" ہے گرچہ اقبال کے یہاں فقر اور عشق کے امتزاج سے جو ہیئتِ ترکیبی بنتی ہے وہی "بندۂ مومن" ہے۔ اسلامی روایات اور تاریخی پس منظر میں اقبال کو اپنے اشعار کے موضوع کی مناسبت سے اپنے نصب العینی انسان کے لیے جو نام بھی شایانِ شان معلوم ہوئے وہ اسے اسی نام سے اس شعر میں پکارتے ہیں۔ یہ سب کے سب "مردِ مومن" کے احوال و مقامات کی مختلف شانوں کے غماز ہیں اور کبھی کبھی ان علامتوں میں "مردِ مومن" کی پوری شخصیت کی جھلک بھی نظر آجاتی ہے۔

قلندر کی اصطلاح اقبال نے فارسی زبان سے لی ہے اور ڈاکٹر یوسف حسین خاں اس خیال کے ہیں کہ قلندر کی اصطلاح میں ایک رومانی پیکر کی جھلک نظر آتی ہے اور اس طرح قلندر انسانِ کامل کے روحانی پہلو کی نمود کے مترادف ہوجاتا ہے۔ اقبال کے



تصورات میں "مردِ قلندر" خودی کا جوہر یعنی "آزادی" کا مظہر ہے۔ یہ وجود کی آخری منزل نہیں کیونکہ خودی یا وجود کی اعلیٰ ترین منزل مردِ کامل یا انسانِ کامل کا مقام ہے اس لیے "مردِ قلندر" مردِ مومن کی تکمیلِ ذات کا ایک مرحلہ ہے، منزل نہیں۔ یہ ضرور ہے کہ مردِ مومن کی طرح "مردِ قلندر" کی فراست بھی قرآنی ہے اور وہ اس کی سند قرآن کریم سے حاصل کرتا ہے اور شریعت کا رہینِ منت بھی ہے۔

اقبال کے تصورات میں قلندری ایک علم کی حیثیت رکھتی ہے۔ "بالِ جبریل" کی غزل ۲۷ میں کہتے ہیں ؎

یہ ہے خلاصۂ علمِ قلندری، کہ حیات
خدنگِ جستہ ہے لیکن کماں سے دور نہیں

اقبال کے نزدیک اس علمِ قلندری کا خلاصہ یہ ہے کہ اگرچہ روح خدنگِ جستہ ہے یعنی کمان سے نکلا ہوا تیر ہے مگر کمان سے دور نہیں۔ مطلب یہ کہ روح اگرچہ خدا نہیں ہے لیکن خدا سے جدا بھی نہیں ہے اس لیے اپنی اصل کے لحاظ سے روح ازلی صفاتِ باری کا پرتو ہے کیونکہ خدا نے انسان کے جسم میں خود اپنی روح پھونکی ہے۔ ان باتوں کی وجہ سے "مردِ قلندر" کو اپنی ذہنی نشوونما کے ہر مرحلے میں اپنی ذات کے احساس کے ساتھ ذاتِ حق کا تصور دامنگیر رہتا ہے اور جب اپنی خودی کی نشوونما کے تمام مراحل سے گزر کر اسے اپنی انا کا مکمل شعور حاصل ہوجاتا ہے تو وہ اپنی قلندرانہ شان سے سرشار ہوکر اپنے اندر خدائی صفات جذب کرلیتا ہے۔ کیونکہ خود میں خدا کی صفات پیدا کرنے اور اپنے کو خدا کے رنگ میں رنگ لینے کی تاکید سورہ البقرہ ۲ کی درج ذیل آیت ۱۳۸ میں فرمائی گئی ہے کہ:۔

"(اے نبیؐ) کہو: "اللہ کا رنگ اختیار کرو (صِبْغَةَ اللّٰهِ) اس کے رنگ سے اچھا اور کس کا رنگ ہوگا؟ اور ہم اسی کی بندگی کرنے والے لوگ ہیں۔"

فقیری اگر مومن کی شان ہے تو قلندری اس کا انداز زیست ہے جس کا پیدائشی حق آزادی اور نیابت اس کا مقدر ہے۔ علاوہ ازیں اکملیت اس کا مقصد ہے اور بزرگی اس کی شان ہے۔ قلندری فقر سے مماثل مردِ مومن کی ایک صفت ہے۔ مگر قلندر کا انداز، فقر کی بہ نسبت، کسی حد تک زیادہ روحانی ہے۔ درویشی اور قلندری تکمیل انسانیت کی دو منزلوں کے نام ہیں۔ اقبال کے یہاں قلندری عمل کا مقام ہے۔ "مردِ قلندر" درویشی کو ایک خارجی شکل دیتا ہے۔ درویشی کے مرحلے پر ایک درویش انسان کے لیے جو جہانِ نو تعمیر کرتا ہے قلندری کے مقام پر یہ دنیا خارجاً صورت پذیر اور متشکل ہو جاتی ہے۔ اس طرح قلندری کا تعلق عمل اور متعلقہ کوائف سے ہو جاتا ہے۔

اقبال کا "مردِ قلندر" وفورِ حیات سے سرشار ہے اور اس کے نظریات میں جب ذوقِ نمو پیدا ہوتا ہے تو وہ اسے عمل کے پیکر میں ڈھالتا ہے۔ بالفاظ دیگر وہ محض تخیلی پیکر کی صورت میں جلوہ گر نہیں ہوتا بلکہ عملی کردار کا نمونہ بن کر سامنے آتا ہے۔ کیونکہ اس کے نظریۂ حیات میں عمل کی تجسیم ہے اور اس کے بعد وہ اپنی خودی اور جذبۂ عشق سے سرشار ہو کر جہاں میں تیشہ بدست پھرتا ہے اور غیر اللہ کو اپنی قلندرانہ شان سے پسپا کرتا ہے۔ یہ پیکر توحید الٰہی سے محبت سرمدی رکھتا ہے اور خدا مست ہے۔ وہ اپنی بے پناہ قوت کو خدا آشنا عقل و دانش کا پابند بنا لیتا ہے۔

چونکہ "مردِ قلندر" توحید الٰہی سے محبت سرمدی رکھتا ہے اس لیے مردِ مومن کی ذات میں جب قلندرانہ شان جلوہ گر ہو جاتی ہے تو وہ عملی دنیا میں قانون الٰہیہ کے "لَآ اِلٰہَ" کے پہلو پر پورے عزم و یقین کے ساتھ کاربند ہو جاتا ہے۔ "لَآ اِلٰہَ" پر یہ مکمل ایمان اس کی خارجی زندگی میں کام آتا ہے جس کی بدولت وہ بے باکانہ قدم اٹھا کر خود میں



سروری کی صفت پیدا کرتا ہے۔ اسی نکتہ کو اقبال نے "بالِ جبریل" کی غزل کے اس شعر میں ذہن نشین کرایا ہے ؎

قلندر جز دو حرفِ لَآ اِلٰہَ کچھ بھی نہیں رکھتا　فقیہہ شہر قاروں ہے لغت ہائے حجازی کا

کلمہ طیبہ کے دو حصے ہیں۔ لَآ اِلٰہَ اور اِلَّا اللّٰہ۔ ایک سلبی ہے یعنی اس امر کا یقین اور اس حقیقت کا اعتراف کہ دنیا میں کوئی طاقت ایسی نہیں جس کے سامنے سر جھکایا جائے، جسے اپنا آقا تسلیم کیا جائے یا جسے اپنی حاجات کا قبلہ تصور کیا جائے "مردِ قلندر" نفی کے اس پہلو کو جو اس کے ذہن میں موجود تھا پہلے مٹا دیتا ہے اور تب اِلَّا اللّٰہ کے ایجابی پہلو کی غلامی اختیار کرتا ہے اور اس طرح خدا اور بندے کا براہ راست تعلق قائم ہو جاتا ہے۔

اقبال نے "ضربِ کلیم" کی درج ذیل نظم: قلندر کی پہچان" میں قلندر کی صفات کا مجمل خاکہ اس طرح پیش کیا ہے جس میں انھوں نے اپنے اس پیکر کو" درویش جوانمرد" کے لقب سے بھی نوازا ہے:۔

کہتا ہے زمانے سے یہ درویش جوانمرد　جاتا ہے جدھر بندۂ حق تو بھی اُدھر جا

ہنگامے ہیں میرے تری طاقت سے زیادہ　بچتا ہوا بنگاہِ قلندر سے گزر جا

میں کشتی و ملاح کا محتاج نہ ہوں گا　چڑھتا ہوا دریا ہے اگر تو تو اتر جا

توڑا نہیں جادو مری تکبیر نے تیرا؟　ہے تجھ میں مکر جانے کی جرأت تو مکر جا

مہر و مہ و انجم کا محاسب ہے قلندر

ایام کا مرکب نہیں، راکب ہے قلندر

اس نظم میں مردِ مومن کی ذات میں قلندرانہ شان کے جلوہ گر ہو جانے اور

عملی دنیا میں قدم رکھ کر زمان و مکان پر حکمران ہونے کی صفات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اقبال کا "مردِ مومن" خلیفۃ الارض ہے کیونکہ اس کی تخلیق بے مقصد نہیں۔ اس لیے وہ زمانہ کی پیروی نہ کر کے خود زمانہ پر حکمراں ہو جاتا ہے۔ یہی ہے "مردِ مومن" کا قلندرانہ بانکپن۔ اقبال نے اس نظم میں قرآن میں نبیوں اور رسولوں کے ساتھ گذرے ہوئے واقعات اور ان کی قلندرانہ شان سے باطل کو زیر کرنے پر اور زمانہ پر فتح کرنے کی باتوں کو گوش گذار کرایا ہے۔ جو زمانہ سے مرعوب نہیں ہوئے بلکہ انھوں نے اپنی قلندرانہ شان سے زمانہ کو اپنے اشاروں پر چلنے پر مجبور کیا۔

"مردِ قلندر" کو یہ درک ہے کہ زمانہ دراصل اس کی حیات کے تسلسل ہی سے وابستہ ہے۔ اس لیے وہ زمانے کی ہر لہر کو اپنی مٹھی میں تھام کر زمانے کے سیل کو پی جاتا ہے اور حیات کا ہر لمحہ عمل کی زنبیل میں ڈال دیتا ہے اور رفتہ رفتہ اس کے عوامل کی یہی لامتناہی تراکیب و تنظیم اس کی حیات بن جاتی ہے۔ قلندر زمانہ کو متنبہ کرتا ہے کہ تو تاریخ کو نہیں جھٹلا سکتا۔ تو جان لے کہ میرے اندر تیری برداشت کی حدوں سے زیادہ قوت موجود ہے۔ اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی باطل نے سر اٹھایا ہے تو قلندر نے اسے زیر کر کے حق کا پرچم بلند کیا ہے کیونکہ قلندر کی نگاہ محض اس مادی کائنات تک ہی محدود نہیں رہتی بلکہ ستاروں کے آگے کے جہانوں کا بھی وہ محاسبہ کرتا ہے۔ وہ زمانے کا کھلونا نہیں بنتا بلکہ خود راکب بن کر زمانہ کو اپنے اشاروں پر چلاتا ہے اور اس کی عنان اپنے ہاتھوں میں لے کر اسے جدھر چاہتا ہے موڑ دیتا ہے۔ اس عمل میں اس کا ہر فعل مشیتِ ایزدی پر ہوتا ہے اور اس کی قوت و فراست شریعت کی پابند ہوتی ہے۔ اس عمل میں اس کی سربلندی کا پس منظر اطاعتِ خدا اور عشقِ رسولؐ سے



وابستہ رہتا ہے۔

اقبال کا "مردِ قلندر" صاحبِ خودی ہے۔ وہ اللہ کے علاوہ کسی ہستی کے سامنے سرِ تسلیم خم نہیں کرتا کیونکہ جو شخص غیر اللہ کی اطاعت کرتا ہے وہ روحانی اور جسمانی دونوں پہلوؤں سے اس کا غلام ہو جاتا ہے۔ اقبال نے اس پیکر کی اسی خوددارانہ ذہنیت کی نشاندہی "بالِ جبریل" کی غزل ۶ کے اس شعر میں کی ہے؎

پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات  تو جھکا جب غیر کے آگے تو من تیرا نہ تن

یہاں بھی "مردِ قلندر" لَآ اِلٰہَ کے سلبی پہلو پر ایمان رکھتا ہے یعنی اس حقیقت کا اعتراف کہ دنیا میں سوا اللہ کے کوئی طاقت ایسی نہیں جس کے سامنے سر جھکایا جائے۔ وہ محض ایک قادرِ مطلق کو جانتا ہے جو اس کائنات کا مالکِ حقیقی ہے اور جو ساری قوت کا سرچشمہ ہے۔ اس موڑ پر رضائے الٰہی کے سوا اس کا کوئی مقصد نہیں ہوتا۔ اس کا ہر فعل خدائے واحد کی رضامندی کے تابع ہوتا ہے۔ کیونکہ تسلیم و رضا اسی کا نام ہے۔

اس "مردِ قلندر" کی ایک اور صفت اس کی بے خوفی و بے باکی بھی ہے۔ جب اقبال اس کی صفت کی یہ نشاندہی کرتے ہیں کہ؎

ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق  یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

(بالِ جبریل۔ غزل ۱۱)

تو ان کے "مردِ قلندر" کے سامنے حضرت ابراہیمؑ کے آگ میں ڈالے جانے اور حضرت موسیٰؑ کا بے ساز و یراق فرعونِ سرکش کے دربار میں، ایک ملزم کی حیثیت ہونے کے باوجود، جاکر دعوتِ اسلام دینے کی شانوں کے ساتھ عشقِ رسولؐ میں سرشاری کی حیدرِ کرارؓ کی شانِ قلندرانہ پیشِ نظر رہتی ہے۔ جن کے پس منظر میں اطاعتِ الٰہی اور ضبطِ نفس کے ذریعہ وہ خوف و ہراس پر قابو پالیتا ہے۔ وہ "بندۂ آزاد" ہے۔

حق گوئی اور بیباکی اس کی سرشت میں داخل ہے۔ اس کی زبان پر وہی حق بات آتی ہے جو اس کا "دل بیدار" کہتا ہے۔ اس قلندرانہ شان کو اقبال نے "بالِ جبریل" کی غزل ۳۴ کے اس شعر میں ایک کلیہ کے طور پر پیش کیا ہے ؎

آئینِ جوانمرداں حق گوئی و بیباکی — اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

اس مردِ قلندر کی ایک اور صفت قید و بند سے نفرت کی ہے جس کی وجہ سے اسے مرقد کا شبستاں تک راس نہیں آتا۔ اس کے انداز آفاقی ہیں اور اس کا زاویۂ نگاہ بہت وسیع ہے۔ قید و بند سے یہ نفرت صفات الٰہی کے پرتو کی وجہ سے ہے، اللہ کی یہ صفت ہے کہ وہ غیر محدود اور لانہایت ہے اس لیے قلندری میں بھی یہی رنگ پیدا ہو جاتا ہے۔ اقبال نے اس کی اس صفت کو شاعرانہ انداز میں اس طرح بیان فرمایا ہے؛

مرقد کا شبستاں بھی اسے راس نہ آیا — آرام قلندر کو تہِ خاک نہیں ہے
خاموشیٔ افلاک تو ہے قبر میں لیکن — بے قیدی و پہنائیٔ افلاک نہیں ہے
(ضربِ کلیم۔ قبر)

اقبال نے اپنے "مردِ قلندر" کو "مردانِ خدا" کے لقب سے بھی نوازا ہے اور "ضربِ کلیم" کی درج ذیل نظم "مردانِ خدا" میں قلندروں کی شان واضح کی ہے:-

وہی ہے بندۂ حر جس کی ضرب ہے کاری — نہ وہ کہ حرب ہے جس کی تمام عیاری
ازل سے فطرتِ احرار میں ہیں دوش بدوش — قلندری و قباپوشی و کلہ داری
زمانہ لے کے جسے آفتاب کرتا ہے — انہیں کے خاک میں پوشیدہ ہے وہ چنگاری

وجود انہیں کا طوافِ بتاں سے ہے آزاد
یہ تیرے مومن و کافر تمام زناری

اس نظم میں اقبال کی مراد یہ ہے کہ احرار کی فطرت میں ہمیشہ دو شان کار فرما رہی ہے۔



ایک قلندری کی شان اور دوسری کلہ داری کی۔ بالفاظ دیگر علی الترتیب درویشی اور سلطانی کی۔ مردِ حر کی ضرب کاری ان ہی شانوں کی وجہ سے ہوتی ہے اور وہ چنگاری جسے زمانہ آفتاب کی طرح چمکاتا ہے ان ہی کی خاک میں پوشیدہ ہے۔

اقبال مسلمانوں کے زوال کو بھی ان میں شانِ قلندری کے نہ ہونے پر ہی محمول کرتے ہیں۔ "ضربِ کلیم" کی نظم: "مسلمان کا زوال" میں وہ شانِ قلندری کو شانِ فقر کا مترادف قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں:-

اگرچہ زر بھی جہاں میں ہے قاضی الحاجات — جو فقر سے ہے میسر تونگری سے نہیں
اگر جواں ہوں مری قوم کے جسور و غیور — قلندری مری کچھ کم سکندری سے نہیں
سبب کچھ اور ہے تو جس کو خود سمجھتا ہے — زوال بندۂ مومن کا بے زری سے نہیں

اگر جہاں میں مرا جوہر آشکار ہوا
قلندری سے ہوا ہے، تونگری سے نہیں

یہاں شانِ قلندری سے مراد بہادری، غیرت مندی، بے جگری اور غیرت دینی ہے۔

"مردِ قلندر" اپنی زندگی کو کامیاب بنانے کے لیے سب سے پہلے مقصد کا تعین کرتا ہے اور یہ فیصلہ کر لیتا ہے کہ اسے دنیوی بادشاہت اور شان و شوکت نہیں چاہیے۔ اس طرح ایک راستہ انتخاب کر لینے کے بعد وہ اپنے مقصد کے حصول میں اپنی قوت صرف کر دیتا ہے۔ اسی حصول کو "گوہر یک دانہ" قرار دیتے ہوئے اقبال مسلمانوں کو "بالِ جبریل" کی غزل ۷۴ میں پہلے اپنی زندگی کا مقصد متعین کرنے کی صلاح ان اشعار میں دیتے ہوئے کہتے ہیں:-

یوں ہاتھ نہیں آتا وہ گوہر یک دانہ — یک رنگی و آزادی اے ہمت مردانہ

یا سنجر و طغرل کا آئینِ جہاں گیری ‏ ‏ ‏ یا مردِ قلندر کے اندازِ ملوکانہ

جہانگیری سنجر و طغرل کی بھی ہے اور "مردِ قلندر" کی بھی مگر دونوں کے مقاصد اور حصول کے طریقۂ کار میں بین فرق ہے۔ بادشاہوں کی طرح دنیا کو تہ و بالا کرنا "مردِ قلندر" کی نگاہ میں صرف ناپسندیدہ ہی نہیں ممنوع ہے۔ وہ نیابت الٰہی پر فائز ہو کر اپنی آئینِ جہانگیری کا لائحہ عمل قرآن کریم کی روشنی میں مرتب کرتا ہے۔ اسکے اندازِ ملوکانہ میں ذاتی غرض و غایت مقصود نہیں بلکہ ناموسِ دین کی حفاظت ہے۔ اسے فتح مندی برائے فتح مندی پسند نہیں البتہ آئین الٰہیہ کے نفاذ میں وہ طاقت استعمال کرنے کا مجاز اپنے کو ضرور سمجھتا ہے۔ اس کی غرض و غایت خدا کی دنیا اور نوعِ انسانی کی فوز و فلاح ہے نہ کہ بادشاہوں کی طرح تباہی و بربادی۔ اس کے اندازِ ملوکانہ سے سارا معاشرہ منقلب ہو جاتا ہے اور وہ خود آفاق میں جذب ہونے کی بجائے آفاق کو اپنی ذات میں جذب کر لیتا ہے جسے اقبال "جذبِ قلندرانہ" کا نام دیتے ہیں۔

یہ ہے مختصر سا اجمالی خاکہ اقبال کے "مردِ قلندر" کا جو نہ تو گیٹے کا "فاؤسٹ" ہے اور نہ نطشے کا "فوق البشر" بلکہ عام انسانوں کی طرح گوشت پوست کا انسان ہے فرق یہ ہے کہ اس نے تزکیہ نفس کے ذریعے اپنی خودی کی تکمیل کی اور انسان کو خلیفۃ الارض کا جو منصب تفویض کیا گیا ہے اس منصب جلیل کے لیے احکام الٰہی کے نفاذ کو اپنا مقصدِ حیات سمجھا۔ تاریخ اسلام نے ایسے ہی گوشت پوست والے عظیم انسانوں کی ایک جماعت پیدا کی۔ حقیقی دنیا کے ایسے تاریخی انسانوں کی شانِ قلندری کے قصے ہم کتابوں میں پڑھتے اور آئے دن جمعہ کے خطبوں، میلاد کے جلسوں اور دینی اجتماع میں سنتے ہیں اور سب کچھ سننے کے بعد اس مخصوص کردار کی فعالیت ایک پیکرِ محسوس کے مانند ہمارے ذہن میں



رہ جاتی ہے۔ اکثر ایسے کرداروں کی، جو بالخصوص شعر کے قالب میں ڈھلتے ہیں، گرفت نسبتاً زیادہ مشکل ہو جاتی ہے کیونکہ ہمارے سامنے ان کے ہلکے نقوش ہی یادوں میں رہ جاتے ہیں جو چند مخصوص رجحانات کی غمازی کرتے ہیں۔ مگر پھر بھی انہی رجحانات کی روشنی میں ہم اپنا دائرہ عمل متعین کر کے الفاظ کی دنیا سے نکل کر میدانِ عمل میں آ سکتے ہیں۔ "مردِ قلندر" اور اس جیسی دیگر اصطلاحیں اسلامی تصوف میں پہلے سے موجود تھیں مگر وقت کے گزرنے کے ساتھ عجمی تصوف نے ان پیکروں کے قُویٰ کو مضمحل اور دل میں عمل کے رجحانات کو مردہ کر دیا۔ اقبال نے، وقت کے اقتضا کے مطابق، ان پیکروں میں نئی جان ڈالی اور مقصدِ حیات سامنے لا دیا۔ اس لیے رموزِ قلندری کے حقائق و معارف بیان کرنے کی وجہ وہ خود یہ بتاتے ہیں ؎

کیے ہیں فاش، رموزِ قلندری میں نے ‏ ‏ ‏ کہ فکرِ مدرسہ و خانقاہ سے ہو آزاد

رموزِ قلندری فاش کر کے اقبال "بالِ جبریل" ہی کی غزل ۲۳ کے اس شعر میں ہمارے حوصلے یہ کہہ کر بڑھاتے ہیں ؎

تیری نگاہ سے دل سینوں میں کانپتے تھے ‏ ‏ ‏ کھویا گیا ہے تیرا جذبِ قلندرانہ

(بالِ جبریل غزل ۵۰)

---

## اقبال کامل

(از مولانا عبدالسلام ندوی مرحوم)

اس کتاب میں ڈاکٹر صاحب کے مفصل سوانح حیات کے علاوہ انکے فلسفیانہ اور شاعرانہ کارناموں کے اہم پہلوؤں کی تفصیل بیان کی گئی ہے اور سوانح حیات کے بعد پہلے انکی اردو شاعری پھر فارسی شاعری پر انکے بہترین اشعار کے انتخاب کے ساتھ مفصل تبصرہ کیا گیا ہے اور انکے کلام کی ادبی خوبیاں دکھلائی گئی ہیں پھر انکی شاعری کے اہم موضوعوں یعنی فلسفۂ خودی فلسفۂ بیخودی نظریۂ ملت، تعلیم سیاست، صنفِ لطیف (یعنی عورت)، فنونِ لطیفہ اور نظامِ اخلاق وغیرہ کی تشریح کی گئی ہے۔

قیمت ۴۰ روپے

# عربی۔ فارسی۔ اردو میں سکھ گورو اور سکھ پوتھیاں

از جناب رام لعل نابھوی صاحب

"ہمارے لائق دوست جناب رام لعل نابھوی اردو کے اچھے اہل قلم ہیں جو فارسی پنجابی اور سنسکرت زبان سے بخوبی واقف ہیں، وہ ایک محب وطن ہیں اس لیے مسلم فرقہ واریت کی طرح ہندو فرقہ واریت سے بھی نفرت کرتے ہیں، قومی یکجہتی کو تقویت پہنچانے کے لیے ان پر جو جنون سوار ہے اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ وہ ہندوؤں، مسلمانوں، سکھوں اور عیسائیوں کے مشترکہ کام کو نمایاں کرنے کے لیے مسلسل مضامین لکھ رہے ہیں، یہ مضمون بھی اسی سلسلہ کی کڑی ہے۔" (معارف)

ایک عرصہ سے سننے میں آرہا ہے کہ پنجابی زبان کو Persianised اور Sanskritised کیا جارہا ہے۔ ٹیلیویژن پر۔ ریڈیو اسٹیشنوں پر محفلوں میں۔ سیمناروں میں یہ آواز برابر سنی جارہی ہے۔

سکھ گورو اور سکھ پوتھیوں کا تعلق پنجاب سے ہے لیکن ان کا ذکر۔ ان کا فکر پنجاب میں تو ہونا ہی تھا، پنجاب سے باہر بھی ہوا ہے۔ جو پنجاب کے باشندے غیر ممالک میں جا بسے ہیں انھوں نے بھی سکھ گوروؤں اور سکھ پوتھیوں پر کتابیں چھوڑی ہیں۔ وہ فارسی میں بھی ہیں۔ پنجاب میں فارسی کا چلن تو مدتوں رہا۔ اردو کے زمانے میں ہر مضمون اردو میں ہوتا تھا۔ عربی لکھنے والے۔ جاننے والے اور سمجھنے والے بھی تھے۔ آج بھی پنجاب کے رہنے والے



ہندو، مسلمان۔ سکھ۔ سکھ گوروؤں اور سکھ پوتھیوں کو عربی۔ فارسی۔ اردو میں لکھتے ہیں۔ اس کی کچھ جھلک منسلکہ گوشوارہ سے مل جائے گی۔ اس میں پہلے عربی پھر فارسی اور اردو کی سکھ پوتھیوں کا ذکر ہے۔ سنسکرت میں ۶۰ سے اوپر ہونے والے کام میں نے تلاش کر لیے ہیں، جو محض سکھ گوروؤں اور سکھ پوتھیوں سے متعلق ہیں۔ ان میں مخطوطات بھی ہیں اور بہت پرانی کتابیں بھی ہیں۔ چونکہ اس مضمون کا تعلق عربی۔ فارسی۔ اردو سے ہی ہے اس لیے سنسکرت کتابوں پر مضمون اور گوشوارہ الگ سے چھپوایا جارہا ہے۔

بتانے کا مقصد یہ ہے کہ سکھ گورو صاحبان نے فارسی۔ اردو، سنسکرت۔ برج بھاشاؤں میں بھی لکھا ہے اور ان بھاشاؤں کو جانے بغیر نہ سکھ گورو سمجھ میں آسکتے ہیں اور نہ سکھ پوتھیاں۔ پنجابی زبان اور سنسکرت زبان پر برابر عبور رکھنے والے زیادہ تر ملا سادھو تھے۔ اداسی سادھو تھے۔ سکھ گوروؤں اور سکھ پوتھیوں سے انہیں بے حد عقیدت تھی۔ دور دراز جگہوں پر مثلاً بنارس۔ ہردوار میں نرملے سنتوں اور اداسی سنتوں کے ڈیرے تھے۔ یہ ڈیرے پنجاب میں بھی ہیں۔ میں سنسکرت کی کتابوں کی تلاش میں پنجاب کے کچھ پرانے ڈیروں میں بھی گیا۔ اسی طرح عربی۔ فارسی۔ اردو میں سکھ گورو اور سکھ پوتھیاں تلاش کرنے کے لیے میں پنجاب میں بہت جگہوں پر گیا۔ یونیورسٹیوں کی لائبریریاں کھنگالیں۔ جو کچھ اور جتنا جلدی جلدی میں فراہم ہوسکا وہ ایک نقشے کی شکل میں شامل کر دیا ہے۔ یہ کل اثاثہ پنجاب کا ہی نہیں پوری دنیا کا مشترکہ ہے۔ پنجابی کو آج کون Persianised یا Sanskritisid کرے گا کیونکہ ان دونوں تینوں زبانوں پر بیک وقت عبور حاصل ہونا ضروری ہے اور پھر گرامر کی واقفیت از بس ضروری ہے۔ برج جانے بغیر گورو گوبند سنگھ کی تحریریں کیسے سمجھ میں آئیں گی۔

آج پنجابی نہ Persianised ہو رہی ہے نہ sanskritised نہ پہلے ہوئی۔ نہ آیندہ ہوگی۔

ادب ادب ہے ادب کا نہیں کوئی مذہب — خدا کے فضل سے یہ کفر ہے نہ یہ اسلام

اس مضمون سے اور منسلکہ گوشوارہ لکھنے سے میرا مقصد یہ ہے کہ ہم سب کا فرض ہے کہ ہم مل کر پھر سے عربی۔ فارسی۔ اردو اور سنسکرت۔ برج کا چلن پیدا کریں۔ زبان کی کوئی زبان نہیں ہوتی۔ زبان سیکھنے پر کوئی رکاوٹ نہیں۔ صحیح تو یہ ہے کہ زبان سیکھنے سے آتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس کھان۔ خان خاناں، جائسی اور ربیت کا کام نہایت احترام سے پڑھا جاتا ہے۔ گلے لگایا جاتا ہے اور ایک عجوبہ مانا جاتا ہے۔

پنجاب میں سات زبانوں کا چلن عام تھا۔ یعنی سنسکرت۔ عربی۔ فارسی۔ اردو۔ ہندی۔ پنجابی۔ انگریزی۔ ان میں ہزاروں کتابیں لکھی گئی ہیں آج بھی لکھی جا رہی ہیں۔

ان سب زبانوں کے علاوہ ملک کی دوسری زبانیں بھی ہماری ہیں۔ ہم کو چاہیے کہ سکھ گوروؤں کے کارنامے اور سکھ پوتھیاں ملک کی ہر زبان میں لکھی جائیں۔ امید ہے پنجاب کے رہنے والے غور فرمائیں گے۔ اکادمیاں۔ انجمنیں۔ ادارے۔ بیورو۔ یونیورسٹیاں انسٹی ٹیوٹ توجہ دیں گے۔

یہ بھی بتانا ضروری ہے کہ پنجاب میں اور پنجاب سے باہر ہر گورپر برابر رسائل اور اخباروں کے خصوصی نمبر نکلا کرتے تھے مثلاً "آج کل" کا گورونانک نمبر" اورنگ" ٹپنہ کا گورونانک نمبر آج بھی نکلتے ہیں۔

اب وہ نقشہ ملاحظہ ہو جس سے عربی، فارسی اور اردو زبانوں میں سکھ گوروا اور سکھ پوتھیوں کا خاکہ سامنے آئے گا۔



## عربی میں سکھ گوروا ور سکھ پوتھیاں

| نمبر شمار | نام کتاب | نام مولف | کیفیت |
|---|---|---|---|
| ۱ | مرقات العرفات جپ جی | گور دیال سنگھ مجذوب دہلی | کتابی سائز ۴۸ صفحات، چھپی ہوئی ہے۔ نابھوی کے پاس ہے۔ |
| ۲ | طمانینۃ النفس سکھ منی صاحب | ایضاً | مخطوطہ۔ ابھی چھپی نہیں۔ کچھ صفحات مخطوطہ کے نابھوی کے پاس ہیں۔ |
| ۳ | حضرت بابا نانک سے وابستہ چند عکسی تصویریں | ایضاً | چھپی ہوئی۔ ۱۴ عربی قطعات ہیں۔ |

## فارسی میں سکھ گوروا ور سکھ پوتھیاں

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱ | سحر سرود | گلونت سنگھ | ترجمہ جپ جی متن پنجابی در نثر فارسی۔ نابھوی کے پاس ہے۔ |
| ۲ | ظفر نامہ | | محکمہ السنہ بتیت کتابی سائز، ۴۴ صفحات نابھوی کے پاس ہے۔ |
| ۳ | در مدح گورو صاحبان | منشی گوبند رام | کل کشتی کتاب میں شامل ہے۔ |
| ۴ | ظفر نامہ گورو گوبند سنگھ سپاہی زادہ منظوم | خوشی رام عارف | دیکھیے ترجمہ ہائے فنون فارسی زبان ہائے پاکستان مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان۔ |

| نمبر شمار | نام کتاب | نام مولف | کیفیت |
|---|---|---|---|
| ۵ | جنم ساکھی | | دیکھیے کیٹلاگ پرشین مخطوطات علیگڑھ مسلم یونیورسٹی صفحہ ۱۱۹ |
| ۶ | رسالہ نانک شاہ | بدھ سنگھ کھتری | " " " " صفحہ ۱۱۰ |
| ۷ | جنم ساکھی | خواجہ عبدالحکیم | گنڈا سنگھ کلکشن۔ ببلیوگرافی مرتبہ گنڈا سنگھ صفحہ ۱۴۳ |
| ۸ | جامع التواریخ | فقیر محمد | نولکشور پریس کانپور ببلیوگرافی (گنڈا سنگھ) صفحہ ۶۱ |
| ۹ | ظفر نامہ | مرتب مرزا خورشید عالم | کوآپریٹو سٹیم پرنٹنگ پریس لاہور۔ ۴۰ صفحات کتابی سائز۔ نابھوی کے پاس ہے۔ |
| ۱۰ | ظفر نامہ | مترجم نانک چند ناز | نابھوی کے پاس ہے۔ ڈیمائی سائز۔ ۱۴۲ صفحات۔ |
| ۱۱ | گنج آسائش | | ویر سنگھ سدن نئی دہلی۔ |
| ۱۲ | محیط اعظم ترجمہ پوتھی جنم ساکھی براحوال گورونانک | رامجس کھتری | دیکھیے فہرست مخطوطات انجمن ترقی اردو پاکستان۔ جلد اول صفحہ ۳۶۰ نابھوی کے پاس ہے۔ |
| ۱۳ | نغمہ عرفان ترجمہ جپ جی صاحب | نہال سنگھ عفیف | نمبر ۴۰۲ اشوک کلکشن پنجابی یونیورسٹی |
| ۱۴ | ظفر نامہ گورو گوبند سنگھ | خوشی رام عارف | چاپ لاہور مطبع قومی پنجاب ۱۲۳۲ ہجری۔ دیکھیے ترجمہ ہائے متون فارسی زبان ہائے پاکستان مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان |
| ۱۵ | جنم ساکھی۔ گورونانک دیو | | کیٹلاگ پرشین مخطوطات علی گڑھ مسلم یونیورسٹی صفحہ ۱۱۹ نمبر ۴۷۸ نستعلیق |
| ۱۶ | سوانح عمری گورونانک دیو | خواجہ عبدالحکیم | مخطوطہ، ۱۷ A bibliography of Pli by Dr. Ganda singh.. |
| ۱۷ | تاریخ گوبند سنگھی | | فہرست مشترک نسخہ ہائے خطی فارسی پاکستان جلد دہم صفحہ ۷۴۵ نمبر ۱۹۸۔ مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان۔ |
| ۱۸ | دیوان نندلال گویا | نندلال گویا | اس کتاب میں گورو صاحبان کی تعریف میں لکھا گیا ہے۔ |
| ۱۹ | جپ جی صاحب | لکشمیر سنگھ مضطر نابھوی | یہ کتاب ایران میں چھپی۔ سائز "۶×۹" ۱۹۶۵ء ۲۷۵ صفحات۔ اشعار ۷۵۰ |
| ۲۰ | بحر طویل | سری سنگو ر بابا نانک صاحب | فہرست مشترک خطی ہائے فارسی جلد چہارم مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان نمبر ۳۸۴۲ |
| ۲۱ | جامع التواریخ | فقیر محمد | نولکشور پریس کانپور ۱۸۷۴ء۔ اس میں گورو گوبند سنگھ کے کارنامے درج ہیں۔ |

| نمبر شمار | نام کتاب | نام مولف | کیفیت |
|---|---|---|---|
| | | | دیکھیے صفحہ ۶۱ A descriptive bibliography of Guru Govind singh. |
| ۲۲ | ترجمہ جپ جی صاحب | لکشبیر سنگھ مضطر نابھوی | در نثر فارسی۔ معہ دیباچہ مختصر در فارسی ۱۹۶۵ء / ۱۹۶۹ |
| ۲۳ | ترجمہ منظوم سکھ منی صاحب | do | ۱۹۵۴ء |
| ۲۴ | فرہنگ جپ جی صاحب | do | معہ اصلاحات ومعانی وتشریح بزبان فارسی ۱۹۶۹ء |
| ۲۵ | سنگور نامہ | do | از ۱۹۵۴ء تا ۱۹۶۳ء ۔ ۴۷ نظمات در مدح گورو صاحبان |
| ۲۶ | سنگور نامہ | do | ۶ اکتوبر ۱۹۶۴ء ۵۶ نظمات معہ مثنوی جمال واجمال گورو صاحبان |
| ۲۷ | سنگور نامہ | do | ۱۹۷۰ء تا ۱۹۸۵ء معہ اشیار شہادت وتراجم واقتباسات |
| ۲۸ | مدحت سنگورو وجنگ نامہ بھگانی | do | ۱۹۷۳ء ۱۴۰۰ اشعار |
| ۲۹ | قصیدہ مرصع در مدحت سنگورو | do | دریک قافیہ ۱۲۵۲ اشعار ۸" x ۱۰" سائز |



## اردو میں سکھ گورو اور سکھ پوتھیاں

| نمبر شمار | نام کتاب | نام مولف | کیفیت |
|---|---|---|---|
| ۱ | گورو گرنتھ صاحب | بھائی جوہر سنگھ گیانی | ۱۹۰۶ء نولکشور پریس لاہور جہازی سائز ۲۲۰ صفحات، نابھوی کے پاس ہے۔ |
| ۲ | گورو دسم گرنتھ صاحب | پنڈت سکھ لال | ۱۹۷۱ بکرمی ۔ جہازی سائز ۸۲۹ صفحات نابھوی کے پاس ہے ۔ |
| ۳ | پوتھی سکھ منی صاحب | | مطبع مصطفائی لاہور، متن بڑا سائز ۸۴ صفحات، سال درج نہیں ۔ نابھوی کے پاس ہے ۔ |
| ۴ | پوتھی رہ راس | | مطبع مصطفائی لاہور ۱۸۸۱ء متن بڑا سائز ۱۶ صفحات نابھوی کے پاس ہے ۔ |
| ۵ | پوتھی جپ جی صاحب | | مطبع مصطفائی ۱۸۸۱ء متن بڑا سائز ۱۲ صفحات نابھوی کے پاس ہے ۔ |
| ۶ | پوتھی آنندجی | | مطبع مصطفائی لاہور ۱۸۸۱ء متن بڑا سائز ۱۲ صفحات نابھوی کے پاس ہے ۔ |
| ۷ | پوتھی سدگوشت | | مطبع مصطفائی ۱۸۸۱ء متن بڑا سائز ۱۶ صفحات، نابھوی کے پاس ہے ۔ |
| ۸ | پوتھی سکھ منی | | مفید عام پریس ۱۸۹۵ء متن بڑا سائز ۴۴ صفحات، نابھوی کے پاس ہے ۔ |

| نمبر شمار | نام کتاب | نام مولف | کیفیت |
|---|---|---|---|
| | پوتھی آسا دی وار | | مطبع مصطفائی لاہور ۱۸۸۱ء بڑا سائز متن صفحات ۱۶ نابھوی کے پاس ہے۔ |
| ۱۰ | پوتھی جپ جی | | مطبع وکٹوریہ پریس ۱۸۸۸ء بڑا سائز، متن صفحات ۱۲ — نابھوی کے پاس ہے |
| ۱۱ | ایمائے سعادت یعنی ضمیمہ دشرح وترجمہ جپ جی صاحب | سردار گورمکھ سنگھ | مطبع راجندر پریس پٹیالہ ۱۹۰۸ء بڑا سائز متن صفحات ۱۹۷ نابھوی کے پاس ہے۔ |
| ۱۲ | وچیند ناٹک | " | چھوٹا سائز متن ۸۰ صفحات نابھوی کے پاس ہے۔ |
| ۱۳ | جپ جی شبد ہزارے | | " ۲۵۳ صفحات " |
| ۱۴ | سندر گٹکا | | بڑا سائز متن ۶۷ " " |
| ۱۵ | جپ جی صاحب | بھائی ناہر سنگھ | |
| ۱۶ | جپ جی صاحب | بخشی گورچرن سنگھ | اکتوبر ۱۹۷۳ء بڑا سائز۔ ۱۰۰ صفحات نابھوی کے پاس ہے۔ |
| ۱۷ | جپ جی صاحب | سید حبیب | یکم جنوری ۱۹۲۵ء کو لکھی گئی۔ ڈیمائی ۵۲ صفحات نابھوی کے پاس ہے۔ |
| ۱۸ | جپ جی صاحب | خواجہ دل محمد | ڈیمائی " |
| ۱۹ | سکھ منی صاحب | " | " |
| ۲۰ | گورو گھر کی رام بھگتی | کنور رام ناتھ موہن | ۱۹۴۳ء ۱۶ صفحات راولپنڈی " |



| نمبر شمار | نام کتاب | نام مولف | کیفیت |
|---|---|---|---|
| ۲۱ | جپ جی صاحب | زبیدہ بیگم | پنجابی یونیورسٹی پٹیالہ بڑا سائز ۱۶۰ صفحات نابھوی کے پاس ہے۔ |
| ۲۲ | جپ جی سٹیک | پنڈت نرائن سنگھ گیانی | بڑا سائز ۳۹ صفحات نابھوی کے پاس ہے۔ |
| ۲۳ | شبد شلوک قانوری محلہ | | " ۹۶ " |
| ۲۴ | شری گورو نانک درشن | سومناتھ مہتہ | نومبر ۱۹۶۹ء چھوٹا سائز ۸۰ صفحات۔ نابھوی کے پاس ہے۔ |
| ۲۵ | سچے بول | گوپال متل | ۱۹۸۷ء بڑا سائز۔ اردو اور ہندی دونوں میں ۷۷ صفحات، نابھوی کے پاس ہے۔ |
| ۲۶ | پوتھی نادون اکھری | | مطبع مصطفائی لاہور ۱۸۸۱ء صفحات ۱۶، نابھوی کے پاس ہے۔ |
| ۲۷ | نانک چرتر | بلکراج بھلہ | ۱۹۷۱ بکرمی۔ کتابی سائز ۲۷۴ صفحات۔ نابھوی کے پاس ہے۔ |
| ۲۸ | گورو نانک | | ۸۸ صفحات، کتابی سائز کپور اینڈ سنز لاہور، نابھوی کے پاس ہے۔ |
| ۲۹ | یگ پرش گورو گوبند سنگھ | رنبیر سنگھ | ۳۵۶ صفحات ڈیمائی سائز نابھوی کے پاس ہے۔ |
| ۳۰ | گورو گوبند سنگھ جی کا جیون چرتر | دولت رائے | ۱۹۰۱ء لاہور رفاہ عام پریس ڈیمائی سائز ۲۹۶ صفحات، نابھوی کے پاس ہے۔ |
| ۳۱ | اہنسا کا اوتار گورو تیغ بہادر صاحب | نظر سوہانوی | ڈیمائی سائز بھائی ویر سنگھ سدن دہلی میں ہے |

| نمبر شمار | نام کتاب | نام مولف | کیفیت |
|---|---|---|---|
| ۳۲ | گورو گوبند سنگھ جی مہاراج کی نظم سوانح عمری | دوارکا پرشاد افق | ڈیمائی سائز۔ بھائی ویر سنگھ سدن دہلی میں ہے |
| ۳۳ | تذکرہ گورو نانک | لچھمی نرائن | دیکھیے لچھمی نرائن شفیق از ساجد زیدپوری صفحہ ۱۰۱ نابھوی کے پاس ہے۔ |
| ۳۴ | جپ جی آد گورمانی | کرتار سنگھ دت | ۱۰۳ صفحات کتابی سائز بھائی ویر سنگھ سدن نئی دہلی۔ |
| ۳۵ | پیغام صدق وصفا | خواجہ محمد عبدالحئی علیگ | ۲۱۱ صفحات ڈیمائی سائز بھائی ویر سنگھ سدن نئی دہلی۔ |
| ۳۶ | رہنمائے دیدار حق حصہ اول | بابا ہری سنگھ | ۴۰۳ صفحات ڈیمائی سائز۔ بھائی ویر سنگھ سدن نئی دہلی۔ |
| ۳۷ | جپ جی صاحب | گنڈا سنگھ مشرقی | ۲۳۲ صفحات ڈیمائی سائز۔ بھائی ویر سنگھ سدن نئی دہلی۔ |
| ۳۸ | وردحق۔ جپ جی صاحب | لال سنگھ آنند خالص | ۸۸ صفحات کتابی سائز۔ بھائی ویر سنگھ سدن نئی دہلی۔ |
| ۳۹ | گنج ستائش | نہال سنگھ عفیف | ۱۷۶ صفحات کتابی سائز۔ بھائی ویر سنگھ سدن نئی دہلی۔ |
| ۴۰ | بابا نانک کی سوانح عمری | شیخ محمد یوسف | ۱۶۰ صفحات ڈیمائی سائز۔ بھائی ویر سنگھ سدن نئی دہلی۔ |
| ۴۱ | جپ جی وشبد ہزارے | ہیرا سنگھ | ۱۴۴ صفحات کتابی سائز۔ بھائی ویر سنگھ سدن نئی دہلی۔ |
| ۴۲ | گورو گوبند سنگھ جی کا کلام متبرک | ہیرا سنگھ | ۱۴۴ صفحات کتابی سائز۔ بھائی ویر سنگھ سدن نئی دہلی۔ |
| ۴۳ | نانک منظوم سوانح گورو نانک دیو | از منتظر گوجرانوالہ | ۱۳۵۹ ہجری۔ ۲۰۰ صفحات کتابی اردو۔ بھائی ویر سنگھ سدن نئی دہلی۔ |
| ۴۴ | صراط مستقیم۔ راہ راس اور کیرتن سوہلا | مولانا منظور حسن صاحب | ۱۹۲۷ء۔ ۵۲ صفحات کتابی سائز بھائی ویر سنگھ سدن نئی دہلی۔ |
| ۴۵ | ذکرہ نانک | اندرجیت گاندھی | ۱۳۵ صفحات ڈیمائی سائز۔ بھائی ویر سنگھ سدن نئی دہلی۔ |
| ۴۶ | پیغمبروں کے سرتاج کلغی دھر مہاراج | بھائی سیوا سنگھ | ۷۸ صفحات ڈیمائی سائز۔ بھائی ویر سنگھ سدن نئی دہلی۔ |
| ۴۷ | دشمش تپا | الفت امین آبادی | ۲۵۵ صفحات کتابی سائز۔ بھائی ویر سنگھ سدن نئی دہلی۔ |
| ۴۸ | سکھمنی صاحب | الفت امین آبادی | ۲۲ صفحات بڑا سائز۔ ؍؍ |
| ۴۹ | قصیدہ در توصیف شری گورو نانک | مہاتما نرنجنداس | نابھوی کے پاس ہے |



۱؎ رام لعل صاحب خط شکست لکھنے کے عادی ہیں اس لیے بعض کتابوں اور مصنفین کے نام نہیں پڑھے جاسکے اور ممکن ہے کہ بعض غلط لکھے گئے ہوں۔

| نمبر شمار | نام کتاب | نام مولف | کیفیت |
|---|---|---|---|
| ۵۰ | جپ جی صاحب کا بھاشہ | فقیر سرداری لال | ۱۱۱ صفحات چھوٹا سائز تربھون لائبریری میں ہے۔ |
| ۵۱ | تیسری پادشاہی کی جنم ساکھی | | ۴۶ صفحات کتابی سائز ۱۹۰۹ء رامدتا مل اینڈ سنز پنجاب یونیورسٹی ریفرنس میں ہے۔ |
| ۵۲ | گٹکا سکھ منی صاحب | | ۱۱۲ صفحات چھوٹا سائز ۱۹۳۵ء بھائی منا داسنگھ اینڈ سنز پنجاب یونیورسٹی ریفرنس میں ہے۔ |
| ۵۳ | ترجمہ جپ جی صاحب | ماسٹر بھگت سنگھ گیانی | صفحات ۷۵ ڈیمائی سائز ویر پرکاش ایجنسی امرتسر پنجاب یونیورسٹی Ref سکشن میں ہے۔ |
| ۵۴ | پیام نانک | مہدی نظمی | ۱۲۷ صفحات ڈیمائی سائز۔ پنجابی یونیورسٹی میں ہے۔ |
| ۵۵ | گورو گوبند سنگھ | از ہرنس سنگھ مترجم ڈاکٹر محمد حسن | ۳۳۸ صفحات بڑا سائز پنجابی یونیورسٹی میں ہے۔ |
| ۵۶ | گورو نانک پرکاش | | مطبع آفتاب لاہور ۱۸۹۱ء جہازی سائز صفحات ۳۰۲ ڈسٹرکٹ لائبریری سنگرور |
| ۵۷ | نند نانک | مہدی نظمی | ۲۲۲ صفحات کتابی سائز پنجابی یونیورسٹی پٹیالہ |



| نمبر شمار | نام کتاب | نام مولف | | کیفیت |
|---|---|---|---|---|
| ۵۸ | گورو نانک درشن | پنڈت ہری داس قمر | | لاجپت رائے بھون لائبریری |
| ۵۹ | بابا گورو نانک | تاجور نجیب آبادی | | " |
| ۶۰ | سکھ منی صاحب | بسمل دہلوی | | " |
| ۶۱ | گورو گرنتھ صاحب اور اردو | عباد اللہ گیانی | | پنجابی یونیورسٹی پٹیالہ۔ گنڈا سنگھ کلکشن |
| ۶۲ | سوانح عمری گورو نانک دیوجی | دیا رام عاکف | | " |
| ۶۳ | رہ نجات منظوم ترجمہ جپ جی | سادھو سنگھ سادھو | ۱۹۳۹ء | گنڈا سنگھ کلکشن پنجابی یونیورسٹی |
| ۶۴ | پہلی پادشاہی کی جنم ساکھی | دیا رام | | " |
| ۶۵ | جنم ساکھی شری گورو نانک دیوجی | دولت رائے | ۱۹۰۱ء | " |
| ۶۶ | سکھ قوم اور اس کے بانی کی نسبت مسلمانوں کی محبت آمیز رائے | حسن نظامی | خواجہ پریس ۱۹۲۲ء | " |
| ۶۷ | جیون چرتر۔ گورو تیغ بہادر | پنڈت ہری داس | ۱۹۲۳ء | " |
| ۶۸ | گورو صاحب اور دھر | | وزیر ہند پریس امرتسر | " |
| ۶۹ | جنم ساکھی گورو گوبند سنگھ | | | " |

| نمبر شمار | نام کتاب | نام مولف | کیفیت |
|---|---|---|---|
| ۷۰ | گوربلاس | | لاہور گنڈا سنگھ کلکشن پنجابی یونیورسٹی |
| ۷۱ | جنم ساکھی۔ گورو نانک صاحب | | ″ |
| ۷۲ | جپ جی صاحب | | ۵۰ صفحات ″ |
| ۷۳ | روح مقدس عرف کلغی دھر گورو گوبند سنگھ کی مکمل وجامع سوانح حیات | بسمل آر۔ پی | ″ |
| ۷۴ | ارض دیو۔ گورو گنج آسایش | | طہران ″ |
| ۷۵ | گورو نانک | ہر بنس سنگھ | ″ |
| ۷۶ | بابا نانک کا مذہب | محمد یوسف | ۱۹۱۶ء ″ |
| ۷۷ | حق سرہ۔ یعنی کلیات تیغ بہادر | منظور حسن مترجم | ۱۹۳۰ نمبر ۵۹ بھائی دت سنگھ۔ بھائی تخت سنگھ کلکشن۔ پنجابی یونیورسٹی |
| ۷۸ | نیا نذرانہ گیں مسدس در مدح مبارک حضرت بابا گورو نانک صاحب | | بہ نمبر ۴۱۴ اشوک کلکشن ″ |
| ۷۹ | سر باز ارزاہد گورو گوبند سنگھ | نہال سنگھ عفیف | بہ نمبر ۴۰۰ اشوک کلکشن پنجابی یونیورسٹی |



| نمبر شمار | نام کتاب | نام مولف | کیفیت |
|---|---|---|---|
| ۸۰ | شہیدان معصوم | نہال سنگھ عفیف | بہ نمبر ۴۰۱ اشوک کلکشن پنجابی یونیورسٹی |
| ۸۱ | گورو نانک | منتظر | ″ ″ |
| ۸۲ | گورو نانک ہندو نہیں تھے تو سکھ کیسے ہونگے؟ | | کراچی بہ نمبر ۳۰۵ ″ ″ |
| ۸۳ | دعائے سحری ٹیکہ جپ جی صاحب | کرتار سنگھ مترجم | بہ نمبر ۲۷۹ ″ ″ |
| ۸۴ | گورو نانک دیو کا فلسفۂ توحید | | بہ نمبر ۲۲۱ ″ ″ |
| ۸۵ | ہمارا نانک | عباد اللہ گیانی | بہ نمبر ۲۲۲ ″ ″ |
| ۸۶ | گورو نانک جی | ″ | بہ نمبر ۲۲۵ ″ ″ |
| ۸۷ | جپ جی صاحب | چھٹن لال | بہ نمبر ۱۱۷ ″ ″ |
| ۸۸ | جپ صاحب | سوکتری | حیدرآباد سندھ میں چھپی۔ بہ نمبر ۱۰۵ اشوک کلکشن پنجابی یونیورسٹی |
| ۸۹ | وردنجات | | شلوک محلہ نواں اور اس کا آسان ترجمہ۔ اشوک کلکشن پنجابی یونیورسٹی |
| ۹۰ | حمد نانک | بلونت سنگھ فیض | ″ ″ ″ |
| ۹۱ | ارض دیو گورو۔ کلام حقانی سکھ منی صاحب کا ترجمہ | | نمبر ۱۹ ″ ″ |

| نمبر شمار | نام کتاب | نام مولف | کیفیت |
| --- | --- | --- | --- |
| ۹۲ | ارض دیو گورو گوبر احق منظوم ترجمہ سکھ منی صاحب | | بہ نمبر ۲۰ اشوک کلکشن پنجابی یونیورسٹی پٹیالہ |
| ۹۳ | جیون چرتر گورو گوبند سنگھ | آنند کشور مہتہ | ودمن اینڈ کمپنی لاہور صفحہ ۱۶۲ A.bibliography of Pb. by Gonda singh. |
| ۹۴ | پنج شہید | بھگوان سنگھ عارف | سادھو آشرم بھلوورل صفحہ ۱۶۵ A.bibliography of Pb. by Gonda singh. |
| ۹۵ | گورو نانک دیو جی کی سوانح عمری | حکیم رام کشن لاہور | A.bibliography of Pb. by Gonda singh. |
| ۹۶ | جپ جی ۔ جنم ساکھی اور گوربلاس | ہر سکھ رائے گوبند سہائے | A.bibliography ۱۸۰ صفحہ of Pb. by Gonda singh |
| ۹۷ | جپ جی ترجمہ | مدھوسودن سنگھ | صفحہ ۱۸۲ " " |
| ۹۸ | سری گورو گوبند سنگھ کے نونہال | شمشیر سنگھ | پستک بھنڈار لاہور ۱۹۳۴ء صفحہ ۱۸۶ A.bibliography of Pb. by Gonda singh. |
| ۹۹ | تحفہ پرمانندی ۔ گہری تحقیق ESSAYS ON Guru Nanak. | | گوپال کرشن اینڈ کمپنی ملتان صفحہ ۲۳۲ A.bibliography of Pb. by Gonda singh |



| نمبر شمار | نام کتاب | نام مولف | کیفیت |
| --- | --- | --- | --- |
| ۱۰۰ | نانک ۔ سوانح گورو نانک | محمد عبداللہ منتظر | A.bibliography of Pb. by Gonda singh. |
| ۱۰۱ | ترجمہ جپ جی صاحب | منشی گنڈا سنگھ | بھائی دیا سنگھ اینڈ سنز لاہور |
| ۱۰۲ | بہارا المواج دشہادت بچگان گورو گوبند سنگھ | انصاری محمد علی خاں | Guru Govind singh a de-scriptive bibliography Page-147 |
| ۱۰۳ | تاریخ دسم گورو صاحبان | للت سنگھ گیانی | چتر سنگھ جیون سنگھ امرتسر Guru Govind singh a descriptive bibligra phy page 95 |
| ۱۰۴ | گورو گوبند سنگھ ۔ جنم ساکھی | رام کشن حکیم | لاہور ۔ پرکاش پیٹیم پریس ۱۹۱۹ صفحہ ۸۹ Guru Govind singh a descriptive catlogue |
| ۱۰۵ | سکھ گورو | رادھا کرشن پنڈت | سال ۱۸۶۱ء گوشۂ پنجاب لاہور ۔ مفتی محمد دین صفحہ ۸ سے ۲۲ ۔ do |
| ۱۰۶ | حدیقۃ القلم | مرتضیٰ حسین اللہ یار عثمانی | نولکشور پریس لکھنؤ صفحہ ۱۴۸ ۔ do. |

(باقی)

# معارف کی ڈاک

دفتر اردو دائرہ معارف اسلامیہ

پنجاب یونیورسٹی لاہور

۲۶-۱۲-۹۲ء

مکرمی و محترمی! السلام علیکم

گرامی نامہ پرسوں ملا تھا۔ حالات سے اطلاع ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو اور آپ سب کو اپنی حفظ و امان میں رکھے۔

لاہور کی تمام مسجدوں میں نمازوں کے بعد ہندوستانی مسلمانوں کے جان و مال کی حفاظت اور سلامتی و عافیت کی دعائیں مانگی جارہی ہیں۔

بابری مسجد کی شہادت کے خلاف ہمارے ہاں جو ردّ عمل ہوا وہ اس کا عشر عشیر بھی نہیں جو آپ کے ہاں بلا وجہ ہندوستانی مسلمانوں کے خلاف ہوا۔ ہمارے ہاں سب سیاسی اور دینی جماعتوں نے مندروں کے توڑنے کی مذمت کی ہے کیونکہ ان مندروں میں مدارس و مکاتب قائم تھے اور بعض غریب غربا بھی وہیں رہایش رکھتے تھے۔

ہمارے وزیر اعظم نے مندروں کی دوبارہ تعمیر اور مرمت کا اعلان کیا ہے۔

اردو دائرہ معارف اسلامیہ کی چھ جلدوں کی اصل قیمت تقریباً چودہ سو (۱۴۰۰) روپیے اور رعایتی آٹھ سو (۸۰۰) روپیے ہے۔ یہ رعایت صرف یونیورسٹی استادوں کو ملتی ہے۔

اگر آپ کے ہاں سے کوئی شخص یہ جلدیں لے جاسکتا ہے تو یہ عین مناسب ہوگا جیسا کہ صباح الدین مرحوم لے گئے تھے۔ معمولی ڈاک سے بھیجنا کارے دارد ہے۔



لاہور آنے سے ایک ہفتہ پیشتر مجھے اطلاع دیں تاکہ میں یہ جلدیں رعایتی قیمت پر خریدنے کا انتظام کرسکوں۔

آپ کے نیازمندوں[۱] کا دھیان ہر وقت آپ کی طرف رہتا ہے اور سب آپ کی سلامتی کے لیے دعاگو ہیں۔ پروفیسر محمد اسلم[۲] صاحب کل ہی آپ کا ذکر خیر فرمارہے تھے۔ انھوں نے معارف کا سالانہ چندہ بھیج دیا ہے۔ اگر مولانا حبیب الرحمن اعظمی مرحوم کے بڑے بیٹے مولوی رشید احمد صاحب آپ کو ملیں تو میری طرف سے سلام کہیے۔ فقط والسلام

نیازمند نذیر حسین

(۲)

شکاگو (امریکہ)

۱۴؍جنوری ۱۹۹۳ء

محترمی و مکرمی جناب اصلاحی صاحب! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مکتوب گرامی مورخہ ۲۸؍دسمبر وصول ہوا، شکریہ۔

اکتوبر ۱۹۹۲ء کے معارف میں "اندلس کی اسلامی میراث" خصوصی شمارہ فکر و نظر پر تبصرہ دیکھا تھا۔ میری ایک رشتہ دار اسلام آباد گئی تھیں۔ ان سے اسے منگوانے پر معلوم ہوا کہ پرچہ ایک ہزار کی تعداد میں شایع ہوا تھا، اسٹاک ختم ہوچکا ہے۔ طبع ثانی کی معلوم ہوتا ہے نوبت نہیں آئی۔ بڑی مایوسی ہوئی۔ کیا آپ کی جانب سے طبع ثانی کی تجویز پیش کی جاسکتی ہے۔ میری جانب سے کوئی تجویز موثر ثابت نہ ہوگی۔

---

۱؎ یہ شیخ صاحب کی خورد نوازی اور عزت افزائی ہے ورنہ خاکسار تو خود ان کا نیازمند ہے ۲؎ شعبۂ تاریخ پنجاب یونیورسٹی اور مولانا سعید احمد اکبرآبادی مرحوم کے خویش۔

ڈاکٹر غازی[1] آج کل شکاگو سے باہر ہیں۔ غالباً دو تین ہفتوں کے بعد واپس ہوں گے۔

حکومت ہند کے متضاد بیانات نے مسجد کے تنازعہ کو عقدۂ لاینحل بنا دیا ہے، فریقین کے نزدیک اب یہ وقار کا مسئلہ ہے جس کا حل بعید سے بعید تر ہوتا جا رہا ہے۔ حکومت کا ناخن تدبیر ان حالات میں نزاع کی گرہ کشائی سے عاجز ہے۔ تحقیق مزید کی یہ تجویز کہ بابر نے ایودھیا میں رام مندر کو منہدم کر کے مسجد تعمیر کی ہے حد درجہ مضحکہ خیز ہے۔ آپ کو علم ہے کہ کم و بیش (۲۰) ہندو محققین اور مورخین نے متحدہ طور پر اس عنوان پر تحقیق کی ہے اور نتیجہ تحقیق شایع کیا کہ سرے سے ایودھیا رام چندر جی کی جنم بھومی نہیں رہا اور نہ وہاں کوئی مندر تھا جس کو منہدم کر کے بابر کو مسجد تعمیر کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی۔ اس کے ایک فوجی افسر میر باقی نے مقامی باشندوں کے لیے کھلی اراضی پر مسجد بنائی۔ واقعہ یہ ہے کہ راشٹر بھون سے لے کر ناکہ کے ایک پولیس کانسٹبل تک اسلام دشمنی میں متحد ہیں۔ اسلام کے برج مشیدہ پر اس نوع کے بہت دور گزر چکے ہیں لیکن وہ اپنی جگہ پوری آب و تاب کے ساتھ قائم ہے۔

اب صرف ان کی ہمت کا امتحان ہے جو اس کے علمبردار ہونے کے مدعی ہیں۔

مخلص سعید صدیقی

(۳)

اصلاحی دواخانہ - ممبئی۔

۲ر فروری ۱۹۹۳ء

برادر عزیز سلام مسنون

عنایت نامہ جس پر کوئی تاریخ درج نہ تھی ملا اور سکونِ قلب کا باعث بنا۔ ہمارا شرط کی یہ واحد یونانی فیکٹری طب دشمنوں اور شرپسندوں کی نظروں میں عرصہ سے کھٹک رہی تھی۔

[1] ڈاکٹر عبید اللہ غازی جو مولانا حامد الانصاری غازی کے بڑے فرزند اور شکاگو میں مقیم ہیں۔



اور وہ کسی مناسب موقع کی تلاش میں تھے، ہم بھی ایک سال سے اس جگہ کو بدلنے کی کوشش میں لگے تھے لیکن کہیں قریب میں اتنی بڑی جگہ نہ مل سکی۔ لیکن اسی خطرہ کے پیش نظر ۱۲-۱۳ کباٹوں میں بھری ہوئی اپنی کتابیں دوارکاپوری کے ریسرچ انسٹی ٹیوٹ میں ایک سال پہلے ہی اٹھا لائے تھے کہ اور نقصانات کی تلافی تو آسانی سے ہو سکے گی لیکن عمر بھر کی اس کمائی کی تلافی اب آخر عمر میں ممکن نہیں۔ دشمنوں نے ۶ر دسمبر ۱۹۹۲ء کو نہایت منصوبہ بند طریقے سے فیکٹری کو لوٹا۔ پہلے الکٹرک لائن، پائپ لائن اور ٹیلی فون لائن کاٹی۔ بڑے پھاٹک توڑے اور اندر کے اکثر دروازے کھول کر اٹھا لے گئے جب فیکٹری ہر طرف سے کھل گئی تو پولیس کی نگرانی میں جس کا جو جی چاہا اٹھا لے گیا۔ پنکھے۔ ٹیوب لائٹ۔ ہر طرح کے برتن۔ شہد۔ شکر۔ دوائیں۔ چھوٹی مشینیں۔ میز اور کباٹ وغیرہ یہ سب نہایت اطمینان سے گاڑیوں پر لاد کر لیجائے گئے۔ وزیر اعظم، وزیر اعلیٰ اور پولیس کمشنر سب کو اطلاع دی گئی مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ ڈاکٹر رفیق ذکریا، احمد ذکریا اور وزیر ہاؤسنگ جاوید خاں کے ساتھ وزیر اعلیٰ کے گھر گئے۔ ساری صورت حال بتائی لیکن سب بے سود۔ ایسا محسوس ہوا کہ ظالم شیوسینکوں کے سامنے سب بے بس و مجبور ہیں۔ ۲۰ر دسمبر کو چالیس پچاس ہزار لگا کر نئی موٹریں وغیرہ خریدیں تاکہ دوا سازی کا کام پھر سے شروع ہو سکے۔ ۶ر جنوری کو جب دوسری بار فساد شروع ہوا تو شرپسندوں نے اندر گھس کر فیکٹری میں آگ لگا دی اور جو کچھ بچ گیا تھا اسے بھی جلا دیا۔

حکیم محمد فیاض[1] کے بڑے لڑکے حکیم محمد سعید اسی موقع پر فیکٹری گئے تو ان پر شیوسینکوں نے تلوار سے قاتلانہ حملہ کیا۔ زخمی حالت میں بھی انھوں نے دشمن سے تلوار چھین لی اور اس کو بھی زخمی کیا تو وہ سب بھاگ گئے ورنہ بچنا مشکل تھا۔ خون میں لت پت یہ ہسپتال میں داخل کیے گئے۔ بہت زیادہ خون چڑھایا گیا تو حالت سنبھلی اور خدا کا شکر ہے کہ جان بچ گئی۔

[1] حکیم صاحب کے بڑے صاحبزادے۔

اور زخم تو بھر گئے لیکن ہاتھ کا زخم جو گہرا تھا وہ ابھی بھر نہ سکا۔ ان کی اہلیہ حیدرآباد تھیں اس لیے وہ حیدرآباد چلے گئے۔ تقریباً دو ماہ سے فیکٹری کے کارکنان بیکار بیٹھے ہیں۔ کوشش میں ہیں کہ فیکٹری دوبارہ کھلے اور کام شروع کیا جائے۔

انشاء اللہ آپ جیسے مخلصین کی دعائیں رنگ لائیں گی۔ حالات خوشگوار ہوں گے اور ظالموں کو ان کے ظلم کا بدلہ ملے گا۔ گھر کے لوگ سلام کہتے ہیں۔ ٹیکسی مَنس کالونی کے لوگ اور مولانا مستقیم وغیرہ بخیریت ہیں۔ البتہ حاجی شمس الدین صاحب بھموری کی فیکٹری کو زیادہ نقصان پہنچا۔

خیراندیش مختار

(۴)

دہلی یونیورسٹی۔ ۲۳ر جنوری ۱۹۹۳ء

محب مکرم، سلام مسنون

۵ر دسمبر کا لکھا ہوا نوازش نامہ مل گیا تھا۔ جواب میں 'ہوئی تاخیر تو کچھ باعث تاخیر بھی تھا'۔ سارے ملک میں جو شیطان کا رقص عریاں ہوا ہے اس کی مذمت کے لیے کسی قاموس میں کوئی لفظ نہیں مل سکتا۔ اللہ منتقم حقیقی ہے، اسی سے ہماری التجا ہے۔

آپ کا مضمون تصاویر کے انتظار میں رکا ہوا ہے۔ خطاطی کے نمونے تو بہت سے مل سکتے ہیں 'حیات شبلی' کی تلخیص شایع ہوگئی ہے، اس کی رائلٹی کا چیک دارالمصنفین کے نام سے بھجوایا گیا ہے ملا ہوگا۔

معارف کے لیے کوئی مضمون جلد بھیجوں گا۔ انشاء اللہ۔

کتاب "نقد ملفوظات" کا ایک نسخہ اور بھیج دوں گا۔ آپ اس پر قدرے تفصیل سے تبصرہ کر دیں تو مجھے خوشی ہوگی۔ والسلام والاکرام۔

مخلص نثار احمد فاروقی



(۵)

اندھیری۔ بمبئی۔

۳۱ر جنوری ۱۹۹۳ء

محترمی! السلام علیکم

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ بڑی ڈھارس بندھی۔ سننے اور پڑھنے میں تو یہ آیا ہے کہ تقسیم کے دوران غارتگری، قتل اور لوٹ پاٹ کا بازار گرم ہوا اور حیوانیت انسانیت پر غالب آگئی تھی لیکن ۹ر جنوری سے لے کر ۱۴ر جنوری تک ہم نے بمبئی میں جو کچھ دیکھا وہ یقیناً تقسیم کے دنوں سے بہت زیادہ تھا۔ مولانا اب کیا بتائیں کہ ہم پر اور بال بچوں پر کیا بیتی۔ فساد کا جھونکا گھر کے دروازے تک تھا۔ گھر میں بند اللہ اللہ کرتے صبح سے شام اور شام سے صبح کیا، بچ گئے، اسے خدا کا کرشمہ ہی کہنا چاہیے۔ ویسے کہنے کو تو امن ہے لیکن ایک عجیب طرح کا خوف دل پر چھایا ہوا ہے۔ دونوں طبقوں کے درمیان خلیج بہت وسیع ہوگئی ہے اس خلیج کو پاٹنے کا کام تو اب خدا ہی کر سکتا ہے۔

بچے بہت پریشان ہیں۔ کہتے ہیں بس اب ایک دن بھی بمبئی میں نہیں رہنا ہے۔ لیکن ملازمت چھوڑی نہیں جاتی آخر روزی روٹی کا معاملہ جو ٹھہرا۔ بچوں کی تعلیم ادھوری رہ جائیگی۔ کسی طرح دو تین سال اور گزر جاتے تو بہتر تھا۔ لیکن اب ہندوستان میں کون سی جگہ محفوظ ہے۔ فساد کے شعلے کب کہاں بھڑکائے جائیں گے کچھ کہا نہیں جا سکتا پورا ملک بوسنیا کے انداز پر گامزن ہے۔ بچے آپ کو سلام عرض کر رہے ہیں گھر میں سب کو میرا اور اہلیہ کا سلام عرض کر دیجئے، ادارے کے تمام حضرات کو بھی سلام کہیں۔

نیازمند
محمد ایوب واقف

بھیونڈی۔ تھانہ۔ بمبئی۔

۲۴ دسمبر ۱۹۹۲ء

(۶)

مکرمی و محترمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

نومبر ۹۲ء کے معارف میں مولانا حبیب الرحمن الاعظمی کے مکاتیب شایع کیے گئے ہیں۔ اس میں صفحہ ۳۸۰ پر "سیر اعلام النبلاء" سے امام ذہبی کی جو عبارت نقل ہوئی ہے، اس میں امام ذہبی نے سجدۂ قبر کو "فعل حسنا و سیئا" (اچھا اور برا کام) لکھا ہے[1]۔ جبکہ قبر کو سجدہ کرنا بالاتفاق شرک جلی ہے جس کے بارے میں قرآنی فیصلہ یہ ہے کہ "جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرے گا اس پر اللہ نے جنت کو حرام کر دیا ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے" (سورۂ مائدہ ۷۲)

نیز اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنانے والوں پر لعنت فرمائی ہے (بخاری، کتاب الجنائز) پھر ایسے فعل قبیح کے مرتکب کو محب اللہ و محب الرسول لکھنا کیسے درست ہو سکتا ہے؟ رہا حضرت علیؓ کے پوتے حسن بن حسن کے ایک زائر پر نکیر کرنے کا واقعہ تو اس کے متعلق عرض ہے کہ تقریباً ایسا ہی واقعہ حافظ ضیاء المقدسی نے اپنی کتاب "المختارۃ" میں درج کیا ہے:

| | |
|---|---|
| عن علی بن الحسین رضی اللہ | حضرت علی بن حسین (امام زین العابدین) |
| عنہ انہ رأی رجلا یجیئ الی | سے روایت ہے کہ انھوں نے ایک آدمی کو |
| فرجۃ کانت عند قبر النبی | دیکھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر |
| صلی اللہ علیہ وسلم فیدخل | کے پاس موجود ایک سوراخ کے پاس |
| فیھا فیدعو، فنھاہ وقال: الا | آتا اور اندر داخل ہو کر دعا کرتا ہے |
| احدثکم حدیثا سمعتہ من | تو انھوں نے اسے منع کیا اور فرمایا: کیا |
| ابی عن جدی عن رسول اللہ | میں تمھیں ایک حدیث نہ سناؤں جو |

[1] امام ذہبی کی عبارت پر سیاق و سباق کی روشنی میں مزید غور کرنے کی ضرورت ہے، انھوں نے پہلے ایسے شخص کا تذکرہ کیا ہے جو حجرہ مقدسہ کے پاس جا کر بارگاہ نبویؐ میں مشروع طریقہ پر صلوٰۃ وسلام پیش کرتا ہے اور کسی خلاف شریعت امر کا مرتکب نہیں ہوتا۔ ایسے شخص کے متعلق امام صاحب کا ارشاد ہے کہ فیا طوبیٰ لہ فقد احسن الزیارۃ واجمل فی التذلل والحب مزید فرمایا کہ اس شخص کی عبادت اس شخص سے زیادہ ہے جو اپنی سرزمین ہی میں رہ کر آپ کی بارگاہ میں درود وسلام بھیجتا ہے، اس بنا پر کہ زائر کو روضۂ مبارک کی زیارت کا بھی اجر ملے گا اور درود وسلام پیش کرنے کا بھی۔ اس کے مقابلہ میں جو لوگ وہاں جانے کے بجائے اپنے اپنے شہروں سے آپ پر درود وسلام بھیجتے ہیں انہیں صرف اسی کا اجر ملے گا اور وہ اجر زیارت سے محروم رہیں گے۔

اس کے بعد وہ دوسرے شخص کا تذکرہ کرتے ہیں جو غیر مشروع طور پر زیارت کرتا ہے چنانچہ امام موصوف نے اس کے تین غیر شرعی اعمال بیان کیے ہیں واساء ادب الزیارۃ او سجد للقبر او فعل مالا یشرع، تو اسی کے بارے میں فرماتے ہیں فھذا فعل حسنا وسیئا یعنی اس نے اچھا اور برا دونوں کام کیا، قرآن مجید میں ہے وَآخَرُونَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۳ پر)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۲) وَآخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللَّهُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (توبہ: ۱۰۲)

مطلب یہ ہے کہ نفس زیارت کر کے اس نے اچھا کام کیا مگر سوئے زیارت یا سجدہ قبر یا غیر مشروع عمل کر کے وہ (فعل سیئ) کا مرتکب ہوا اس لیے آگے فرماتے ہیں فیعلم بہ فنغو واللہ غفور رحیم یعنی اسے ہلکی تنبیہ کی جائے گی کیونکہ وہ ناواقفیت اور جوش محبت میں یہ سب کر گیا ہے، جیسا کہ آگے اس کی مزید توضیح کی ہے (ض)

صلی اللہ علیہ وسلم ، قال :

" لا تتخذوا قبری عیدا، ولا بیوتکم قبورا، فان تسلیمکم لیبلغنی اینما کنتم "۔

مجھ سے میرے والد (حضرت حسین ؓ) نے میرے دادا (حضرت علی کرم اللہ وجہہ) سے سن کر بیان کی ہے ، وہ کہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

میری قبر پر جمگھٹا نہ کرنا اور نہ اپنے گھروں کو قبریں بنانا، اس لیے کہ تم جہاں سے بھی مجھ پر سلام بھیجو گے مجھے پہنچ جائے گا"۔

یہ حدیث متصل الاسناد اور مرفوع ہے اور الفاظ کے تھوڑے سے فرق کے ساتھ سنن ابی داؤد، کتاب المناسک، باب زیارۃ القبور میں بھی موجود ہے۔ لہٰذا یہ سمجھنا کہ حضرت حسن بن حسن بن علی کی متابعت نہیں ہوئی صحیح نہیں ہے۔ والسلام

محمد خالد پٹیل

(۷)

ذاکر نگر، دہلی۔ ۲ فروری ۹۳ء

عزیز محترم و مکرم جناب ہلالی صاحب ! سلام و رحمت۔

گرامی نامہ ملا۔ یہاں شہر میں Tension بہت ہے اور کرفیو معمول کی بات، اسکا خراب اور مضر اثر روزمرہ کی زندگی پر بری طرح محسوس ہو رہا ہے لیکن فتنہ گروں کی فتنہ سامانی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اب ہمارا علاقہ بھی ملک و ملت دشمن عناصر کی نظروں میں ہے دعا فرمایئے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں پر کڑا وقت آپڑا ہے ہماری زندگی، آبرو، شعائر اسلامی اور ثقافت اسلامی کے آثار و باقیات سبھی کچھ خطرے میں ہے، فاشزم کی بھیانک شکل مختلف صورتوں میں دکھائی پڑنے لگی ہے ان حالات کا مقابلہ تو بہر حال کرنا ہے۔ لیکن کیسے کیا جائے، یہ ابھی ہماری قوم طے نہیں کر پا رہی ہے، سیاسی جماعتوں کا اصل کھیل 'انتخابی' ہے، انکی نظر الیکشن اور کرسی پہ ہے مسلم اقلیت کارواں بے میر ہے۔ زندہ رہنے کیلئے ہاتھ پاؤں مار رہی ہے بھنور میں پھنسی ہے کشتی اور ناخدا دونوں مفقود ہیں ایک خدا کا سہارا ہے کہ اسکے فضل و کرم سے کوئی مرد غیب آئے اور اسکا بیڑا پار ہو یقین ہے کہ ایسا ضرور ہوگا مگر شاید عشق کے اور امتحانوں کے بعد۔

آپ کا مخلص، ضیاء الحسن فاروقی



## وفیات

# آہ! مولوی نور عظیم ندوی

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے لائق فرزند اور ہونہار استاد مولوی نور عظیم ندوی چند ماہ کی علالت کے بعد وفات پاگئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

وہ دارالعلوم سے فراغت کے بعد مزید تعلیم کے لیے مصر گئے، اردو کی طرح عربی لکھنے اور بولنے کی اچھی مشق تھی اور درس و تدریس کے ساتھ ہی تقریر و تحریر میں بھی اپنا جوہر دکھاتے تھے، جلسوں کی نظامت بڑی خوبی اور سلیقہ سے کرتے تھے، جس سیمنار کی کارروائی وہ چلاتے وہ ضرور کامیاب ہوتا۔

پڑھنے لکھنے کا اچھا ذوق تھا اور اسی میں ان کا سارا وقت گزرتا، ندوۃ العلماء سے شائع ہونے والے اردو اور عربی جرائد میں ان کے مضامین وقتاً فوقتاً چھپتے تھے۔ ایک زمانہ میں ندائے ملت کے عملاً وہی اڈیٹر تھے، تعلیم اور دوسرے موضوعات پر اس کے خاص نمبر بھی نکالے، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کی سرپرستی میں رابطہ ادب اسلامی کا قیام عمل میں آیا تو اس کے روح رواں مولانا سید محمد رابع ندوی کے یہی دست راست اور رابطہ کے ترجمان کے اڈیٹر بھی تھے۔ ان کے پاس بعض اشخاص اور اکیڈمیوں کے مسودے تبصرے یا اصلاح کے لیے آتے تھے جن کو بڑے غور و توجہ سے پڑھتے، تحریر کی خوبیوں اور خرابیوں پر ان کی نظر فوراً پڑتی۔ اس معاملہ میں مولانا علی میاں مدظلہ بھی ان پر اعتماد کرتے تھے۔

ان کا وطن ضلع بستی تھا اور وہ مسلکاً اہل حدیث تھے لیکن ندوۃ العلماء میں شیر و شکر کی طرح گھل مل گئے تھے، بڑے خاموش طبع، کم سخن، خلیق اور متواضع تھے انکی عمر پچاس۵۰ کی رہی ہوگی، آیندہ ان سے بڑی توقعات وابستہ تھیں لیکن ابھی اپنی چمک دمک بھی نہیں دکھانے پائے تھے کہ وقت موعود آگیا۔ ع

خوش درخشید ولے شعلہ مستعجل بود

اللہ تعالیٰ انکی مغفرت فرمائے اور انکے متعلقین کو صبر جمیل سے نوازے آمین !

"ض"

# ادبیات

## غزل

از حضرت عروج زیدی مرحوم

"حضرت عروج زیدی مرحوم کی چھٹی برسی پر انکے خلفِ اکبر جناب عرفان زیدی بدایونی نے مرحوم کی بیاض سے یہ غیر مطبوعہ غزل بھیجی ہے۔ جو ان کے شکریے کیساتھ نذرِ قارئین کی جاتی ہے۔ مرحوم نے ۴ فروری ۱۹۸۷ء کو داعی اجل کو لبیک کہا تھا۔"

وہ شبِ غم سہی کوشش سے اجالا ہوگا
رات کا خون چراغوں میں جلانا ہوگا

میں بھی کہتا ہوں کہ بکھرا ہوا چہرا ہوگا
آپ نے ٹوٹا ہوا آئینہ دیکھا ہوگا

بزمِ دنیا کو میں خود کار نہیں کہہ سکتا
انجمن ہے تو کوئی انجمن آرا ہوگا

دل کی بے تابی پیہم پہ زباں کیا کھولوں
تم نے پارہ تو کبھی آگ پہ دیکھا ہوگا

انقلاباتِ زمانہ کو نہ محدود سمجھ
دیکھ اے چشمِ تماشا! ابھی کیا کیا ہوگا

میں بدلتے ہوئے حالات سے یہ سمجھا ہوں
وہ جیے گا جسے جینے کا سلیقہ ہوگا

آج کے دور میں یہ حرفِ غلط ہے تو عروجؔ!
گھر کے طاقوں میں اصولوں کو سجانا ہوگا

---





# مطبوعاتِ جدیدہ

**اسلام میں سائنس اور تہذیب** از جناب ڈاکٹر سید حسین نصر، متوسط تقطیع، بہترین کاغذ و اعلیٰ طباعت، صفحات، ۴۲۴، مجلد مع گرد پوش، قیمت ..۱۰ روپئے، پتہ: ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، ہمدرد سنٹر، ناظم آباد، کراچی۔ ۱۸

ایران کے مشہور صاحب علم و نظر ڈاکٹر سید حسین نصر اپنے بلند پایہ علمی و سائنسی مقالات و تصنیفات کی وجہ سے محتاج تعارف نہیں، مستشرقین کے بعض شکوک و شبہات کے رد و ابطال میں ان ہی کے معیار و انداز میں ڈاکٹر صاحب کی تحریریں خاص طور پر بڑی قابل قدر ہوتی ہیں، زیر نظر کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جس کا اصل مقصد اسلامی علوم کے بعض پہلوؤں کو اسلامی نقطۂ نظر سے پیش کرنا ہے، فاضل مولف نے تیرہ ابواب میں علم کائنات، طبیعیات، ریاضی، ہیئت، طب، علوم انسانی، علم کیمیا، فلسفہ و کلام اور تصوف جیسے موضوعات کا جائزہ لیا ہے ان کے بقول "ایک ایسی تہذیب کی تصویر پیش کرنے کی کوشش کی ہے جس کی روحانی اقدار، ریاضی اور اعلیٰ قسم کی مابعد الطبیعیات سے جکڑی ہوئی ہیں"۔ اسلامی تہذیب پر جمود و تعطل کے مستشرقانہ الزامات کے جواب میں انھوں نے لکھا ہے کہ "گذشتہ تہذیبی میراث اور خود اپنی اختراعی قابلیت سے اسلام نے ایک واضح تہذیب کا تصور پیش کیا جس کے بعد رفتہ رفتہ تبدیلی اور تصرف سے دلچسپی باقی نہیں رہی"۔ اور علوم و فنون میں ایک استحکام پیدا ہوگیا اور یہی وہ استحکام ہے جسے اب جمود اور بانجھ کہا جاتا ہے، کتاب کا ایک اہم باب اسلام کے نظام تعلیم کے متعلق ہے، اس میں فارابی اور ابن خلدون کے نظریات

سے اخذ و استفادہ کے علاوہ شیعہ اور سنی مدارس میں منہج تعلیم کے فرق و امتیاز اور اس کے اسباب پر عمدہ بحث ہے، فلسفہ کے باب میں بھی شیعہ اور سنی انداز فکر کا بنیادی فرق جس پس منظر میں بیان کیا گیا ہے وہ بے حد دلچسپ ہے۔ علمی و سائنسی مباحث کی دقت پسندی کے باوجود مترجمین نے ترجمہ میں سلاست باقی رکھنے کی کوشش کی ہے، تاہم بعض عبارتوں کو مزید واضح کردیا جاتا تو کتاب کا نفع بڑھ جاتا مثلاً "اسلام کا مقدس فن ایک تجریدی فن ہے، جس میں لکیر کی لچک کے ساتھ نقش اول پر زور دیا گیا ہے" "علم ریاضی کی خیالی صورت نے وہ پل باندھ دیا جو مسلمان کثرت اور وحدت کے درمیان تلاش کر رہے تھے"۔ "طریقت ایک الساطریقہ زندگی ہے جو ذاتی اور غیر منظم رابطہ کی سطح پر قائم کیا گیا ہے"۔ "طریقت اور حقیقت کی تہہ میں ایک مابعد الطبیعاتی وجدان ہے جس سے ایک علم کائنات نکلتا ہے، ایک علم نفس و علم ریاضی" وغیرہ، شروع میں بعض نامور حکمائے اسلام کے حالات و افکار کو بڑی جامعیت سے پیش کیا گیا ہے، حکیم محمد سعید نے بجا طور پر لکھا ہے کہ یہ کتاب ہماری تاریخ علم و حکمت کا مظہر و عکاس ہے اور ایک دعوت فکر و عمل بھی ہے، اس بلند پایہ کتاب کو اردو دنیا سے روشناس کرانے کے لیے حکیم صاحب اور ان کا ادارہ لائق مبارکباد ہے۔

**زکوٰۃ کے مستحق کون ہیں؟** از مولانا محمد شہاب الدین ندوی، متوسط تقطیع، عمدہ کاغذ و کتابت و طباعت، کل صفحات حصہ اول و حصہ دوم ۲۵۵، قیمت بالترتیب ۳۵ و ۳۰ روپئے پتہ: فرقانیہ اکیڈمی ٹرسٹ ۱۷۵، ۱۶ داسرہلی، بنگلور ۷ ۵۶۰۰۵۔

مولانا شہاب الدین ندوی کا اصل موضوع قرآن اور سائنس ہے لیکن وقتاً فوقتاً وہ بعض فقہی مسائل پر بھی اظہار خیال کرتے ہیں، چند سال پہلے انھوں نے اسلام میں زکوٰۃ کے



نظام پر ایک مفصل تحریر سپرد قلم کی تو اس میں یہ سوال اٹھایا کہ فی سبیل اللہ کے تحت مدرسوں کو دی جانے والی زکوٰۃ کے مستحق کیا علمی و اشاعتی ادارے بھی ہو سکتے ہیں؟ مصارف زکوٰۃ میں فی سبیل اللہ کی تحدید و تعمیم میں جمہور فقہا کے مسلک کے علی الرغم ماضی و حال کے بعض فقہاء کے شذوذ میں وسعت و تعمیم کی گنجائش ہے، لائق مولف کی رائے بھی تعمیم کے حق میں تھی، جس پر بعض اہل علم نے ان سے اختلاف ظاہر کیا، زیر نظر کتاب کے دونوں حصوں میں انھوں نے اپنے مسلک کی تائید و اثبات میں مزید دلائل پیش کیے ہیں اور اختلافی تحریروں کا جائزہ لے کر شد و مد کے ساتھ اہل حل و عقد کے سامنے صرف دو راستے رکھے ہیں، ۱۔ یا تو وہ فی سبیل اللہ کی عمومیت کا اعلان کریں ۲۔ یا پھر مدرسوں کو مقفل کردیں، ایک علمی مسلک میں یہ انتہا پسندی محمود نہیں ہو سکتی، جذبہ کی شدت میں ان کے قلم سے مسلک ثانی کے بعض قائلین کے متعلق ایسے سخت اور تیز و تند بلکہ رکیک جملے بھی نکل گئے ہیں جو شائستگی اور متانت و سنجیدگی کے خلاف اور صاحب قلم کا وزن و وقار مجروح کرنے والے ہیں

**نواب اعظم و مثنوی اعظم نامہ** از ڈاکٹر محمد افضل الدین اقبال، متوسط تقطیع اور کاغذ و کتابت و طباعت بہتر، صفحات ۱۲۸، قیمت ۱۵ روپیے۔ پتے کئی ہیں جن میں مشہور مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵ ہے۔

انیسویں صدی کے آغاز میں ہندوستان میں اسلامی عظمت رفتہ کی آخری شمعیں جن ایوانوں میں روشن تھیں ان میں ارکاٹ مدراس کا والا جاہی خاندان بھی شامل ہے، ان علم نواز نوابوں نے محدود وسائل کے باوجود علم و فن خصوصاً اردو زبان کی سرپرستی سے تاملستان کے مدراس کو دہلی، لکھنؤ اور حیدرآباد کی صف میں لا دیا تھا۔ زیر نظر کتاب

میں اس خاندان کے آخری نواب محمد غوث خاں اعظم کے سوانح اور علمی کارناموں کی داستان کے علاوہ انکے درباری شاعر قادر حسین جوہر کی نایاب مثنوی اعظم نامہ کو بھی شامل کر دیا گیا ہے اس مثنوی میں نواب اعظم کے حالات کو اس سلیقہ سے نظم کیا گیا ہے کہ انکے عہد کے سیاسی اور معاشرتی حالات بھی معلوم ہو جاتے ہیں، زبان میں دکنی اثرات کی آمیزش نے اسکے لطف کو اور بھی بڑھا دیا ہے۔

**مفتی قاضی محمد حبیب اللہ** از جناب عبید اللہ ایم اے، متوسط تقطیع اور عمدہ کاغذ و طباعت، صفحات ۴۲، قیمت درج نہیں پتہ: مدرسہ محمدی، باغ دیوان صاحب، رائے پیٹ، مدراس ۶۰۰۰۱۴۔

جنوبی ہند کے مسلمانوں میں نوائط علم و مذہب اور تجارت میں بہت نمایاں ہیں، خاص طور پر مدراس میں باغ دیوان صاحب کا خاندان صدیوں سے اپنی دینی و ملی خدمات کے لیے معروف ہے، اسی خاندان کے ایک بزرگ، قاضی محمد حبیب اللہ علوم ظاہری کے ساتھ باطنی معارف میں بھی دستگاہ کامل رکھتے تھے، وہ مدراس کے قاضی تھے اور انہیں بڑی مرجعیت و مقبولیت حاصل ہوئی، شمالی ہندوستان کے علماء سے بھی ان کا گہرا ربط و تعلق تھا، اس رسالہ میں انکے سوانح اختصار اور سلیقہ سے جمع کر دیے گئے ہیں جو سبق آموز ہیں۔

**چند بزرگوں کے خطوط** از مولانا عثمان احمد قاسمی جونپوری، چھوٹی تقطیع، کتابت و طباعت بہتر، صفحات ۱۱۲، قیمت ۱۰ روپے، پتہ: علمی کتاب گھر، شاہ گنج، جونپور۔ یوپی۔

اس مجموعہ مکاتیب کے مکتوب الیہ جناب مولانا عثمان احمد قاسمی علم و مذہب کے ایک خاموش و فعال خدمت گذار ہیں، انہیں شعر و ادب کے پاکیزہ ذوق کے ساتھ علماء و صلحاء سے ربط و نسبت کی نعمت بھی حاصل ہے، اس مختصر مجموعہ میں مولانا قاری محمد طیبؒ، مولانا عبدالماجد دریابادی، مولانا سید محمد میاں، مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی اور دوسرے کئی حضرات کے خطوط شامل ہیں، ان مکاتیب کی اشاعت فائدہ سے خالی نہیں۔  (ع۔ص)